ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

33

www.tanzeem.org

15تا21 رمضان المبارک 1432ھ/16تا22 اگست 2011ء

اس شمارے میں

11 اگست کی تقریر — سچ کیا ہے؟

ماہِ رمضان اور ہماری ذمہ داریاں

رسول اللہ ﷺ کی مدینہ ہجرت

میرا آخری رمضان

روزہ: کلامِ اقبال کی روشنی میں

روحانی خاندان

پاکستان کی موجودہ صورتحال

ہیلی کاپٹر کی تباہی نے امریکہ کو ہلا کر رکھ دیا

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

روزے کی حکمت اور ضرورت

انسان کے اندر دو قوتیں ہیں: ایک قوت ملکیہ، دوسری قوت بہیمیہ۔ ان دونوں میں مسلسل مقابلہ رہتا ہے۔ ایک دوسرے کو مغلوب کرنا چاہتی ہیں۔ جب تک قوتِ ملکیہ غالب رہتی ہے انسان اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کی رضامندی کے کاموں میں لگا رہتا ہے اور جب قوت بہیمیہ غالب ہو جاتی ہے تو انسان اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر شیطان کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہوں کے کام میں لگ جاتا ہے۔

قوت ملکیہ انسان کی دوست ہے اور قوت بہیمیہ اس کی دشمن ہے۔ سلیم الفطرت انسان چاہتا ہے کہ قوتِ ملکیہ غالب رہے اور بہیمیہ مغلوب۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ قوت ملکیہ کو طاقت دینے والے کام زیادہ انجام دیئے جائیں۔ روزے سے یہ دونوں مقصد حاصل ہوتے ہیں کیونکہ بھوکا پیاسا رہنا اور جنسی خواہشات سے پرہیز کرنا قوتِ ملکیہ کو غالب اور بہیمیہ کو مغلوب کرنے میں بہت اکسیر ہے۔

انسان ایک مہینے تک دن میں کھانے پینے اور جنسی تعلقات کے تقاضے پر عمل کرنے سے اگر باز رہے تو باطن کے اندر نکھار اور نفس کے اندر سدھار پیدا ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص رمضان کے روزے ان احکام و آداب کی روشنی میں رکھے جو قرآن و حدیث میں وارد ہوئے ہیں تو واقعتہً ایک سال کے لئے اچھا خاصا تزکیہ ہو جاتا ہے اور انسان کی روح کو نفس پر اچھا خاصا تسلط و غلبہ حاصل ہو جاتا ہے۔

روزے کے فوائد

مولانا صادق الاسلام

الہدیٰ (476)

سورۃ یونس

(آیات: 36 تا 39)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ۭ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَـيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ
يُّفْتَرٰي مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ
يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ
يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝

''اور ان میں سے اکثر صرف ظن کی پیروی کر رہے ہیں۔ اور کچھ شک نہیں کہ ظن حق کے مقابلے میں کچھ بھی کارآمد نہیں ہو سکتا۔ بے شک اللہ تمہارے (سب) اعمال سے واقف ہے۔ اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اس کو اپنی طرف سے بنا لائے۔ ہاں (ہاں یہ اللہ کا کلام ہے) جو (کتابیں) اس سے پہلے کی ہیں، ان کی تصدیق کرتا ہے اور انہی کتابوں کی (اس میں) تفصیل ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ رب العالمین کی طرف سے (نازل ہوا) ہے۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے اس کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے؟ کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تم بھی اس طرح کی ایک سورت بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جن کو تم بلا سکو بلا بھی لو۔ حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کے علم پر یہ قابو نہیں پا سکے اُس کو (نادانی سے) جھٹلا دیا اور ابھی اس کی حقیقت ان پر کھلی نہیں۔ اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے تکذیب کی تھی۔ سو دیکھ لو کہ ظالموں کا کیسا انجام ہوا؟''

فرمایا، ان کافروں کی اکثریت تو بس ظن اور گمان کی پیروی کر رہی ہے اور یہ گمان اور اٹکل پچو انسان کو کسی بھی درجے میں حق سے مستغنی نہیں کر سکتا۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس کو جانتا ہے۔ اور یہ قرآن ایسی چیز نہیں ہے جس کو اللہ کے سوا کہیں اور سے گھڑ لیا گیا ہو۔ یہ گھڑی جانے والی اور تصنیف کی جانے والی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ قرآن تو تصدیق کرتے ہوئے آیا ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے ہیں اور اس میں تمام شریعت کی تفصیل ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ مشرکین کا کہنا تھا کہ حضور ﷺ نے یہ کلام خود موزوں کر لیا ہے۔ تو اُن کو چیلنج دیا جا رہا ہے کہ یہ قرآن اگر محمد ﷺ کی تصنیف ہے تو تم بھی اس جیسی ایک سورت بنا کر لے آؤ۔ اور اللہ کے سوا جس کو چاہو پکار لو اگر تم سچے ہو۔ یہ چیلنج یہاں بھی آیا ہے اور اس کے بعد سورۃ البقرہ میں بھی آئے گا، کیونکہ سورۃ البقرہ اس کے بعد نازل ہوئی۔ مکی سورتوں میں آخری مرتبہ یہ چیلنج یہاں سورۂ یونس میں آیا ہے۔ اس سے ذرا ہلکا چیلنج سورۂ ہود میں آئے گا کہ اس (قرآن) جیسی دس سورتیں بنا کر لے آؤ۔ یہاں تو بسبیل تنزل آخری درجہ میں فرمایا کہ ایک ہی سورت بنا کر لے آؤ۔

اصل بات یہ ہے کہ ان کفار نے اُس چیز کی تکذیب کی ہے جس کے علم کا یہ احاطہ نہیں کر سکے۔ قرآن مجید میں بار بار آ رہا تھا کہ عذاب آئے گا، گرفت ہوگی، مگر اس کا کوئی خارجی مصداق ابھی سامنے نہیں آ رہا تھا، اس لیے وہ جھٹلائے جا رہے تھے۔ ابھی جو کچھ ان کو بتایا گیا ہے اُس کے علم کا ادراک وہ نہیں کر سکے۔ باقی جو دھمکی دی گئی اس کا مصداق بھی ابھی نہیں آیا۔ جس طرح یہ جھٹلا رہے ہیں اسی طرح اُن لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا، جو ان سے پہلے تھے۔ پس دیکھئے ظالموں کا کیسا انجام رہا اور آگے اُن ظالموں کے ساتھ کیسا سلوک ہوگا۔

فرمان نبویؐ

توبہ و استغفار: دلوں کے زنگ کا علاج

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اَخْطَاَ خَطِیْئَةً نُکِتَتْ فِیْ قَلْبِهٖ نُکْتَةٌ سَوْدَاءُ، فَاِذَا هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ صُقِلَ قَلْبُهٗ وَاِنْ عَادَ زِیْدَ فِیْهَا حَتّٰی تَعْلُوَ قَلْبَهٗ وَهُوَ الرَّانُ الَّذِیْ ذَکَرَ اللّٰهُ: ﴿کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ۝﴾)) (سنن الترمذی)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بندہ ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے، پھر جب وہ گناہ سے باز آ جائے اور توبہ و استغفار کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے، اور اگر وہ (توبہ کے بغیر) دوبارہ گناہ کرتا ہے تو اس سیاہی میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ بالآخر گناہ سارے دل کو کالا کر دیتے ہیں۔ اسی کا نام ''ران'' (زنگ) ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے، فرمایا: ''ہرگز نہیں، بلکہ ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے۔''

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

15 تا 21 رمضان المبارک 1432ھ — جلد 20
16 تا 22 اگست 2011ء — شمارہ 33

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایوب بیگ مرزا

11 اگست کی تقریر — سچ کیا ہے؟

روزنامہ ڈیلی ٹائمز نے اپنی 11 اگست کی اشاعت میں پہلے صفحہ پر دو اشتہارات شائع کیے ہیں۔ اِس سے پہلے کہ اِن اشتہارات کی تفصیل سے ہم قارئین کو آگاہ کریں، روزنامہ ڈیلی ٹائمز کا قارئین سے تعارف ضروری ہے۔ اِس لیے کہ لاہور سے نکلنے کے باوجود اہل لاہور سے اس کا تعارف نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ ایک انگریزی روزنامہ ہے اور پنجاب کے سابق گورنر سلمان تاثیر جو اپنے ایک محافظ کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے، اُن کی ملکیت تھا۔ اب اُن کی بیٹی کے زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔ سرکولیشن انتہائی کم ہے، لہٰذا اشتہار بہت کم ملتے ہیں۔ مذکورہ بالا اشتہارات میں سے بھی ایک اخبار نے خود ہی Donate کیا ہے۔ لیکن آنجہانی چونکہ شاید درجن سے زائد تجارتی کمپنیوں کے مالک تھے، لہٰذا اخبار کے لیے وسائل کبھی مسئلہ نہ بنے۔ علاوہ ازیں اکثر و بیشتر حکومت وقت کے ساتھ رہے۔ بینظیر کے دشمن اور اُس کے قتل کے الزام میں ملوث صدر مشرف کے بھی چہیتے تھے اور بے نظیر کے خاوند صدر زرداری بھی اِن سے صدفی صد راضی تھے۔ عین ممکن ہے بعض قارئین اِس تعارف کو غیر ضروری سمجھیں لیکن جو اشتہار دیا گیا ہے، اِس حوالہ سے ضروری تھا کہ اُن عناصر کا پس منظر بیان کیا جائے جو اسلام اور مسلمان دشمنی کا کوئی موقع نہیں گنواتے۔ اِن اشتہارات میں بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی تصاویر ہیں اور اُن کی 11 اگست کی تقریر کا وہ حصہ ہے جس کا ہمارے سیکولر عناصر سہارا لے کر اپنے نظریات پھیلاتے رہتے ہیں۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ قائداعظم جب علامہ اقبال کے پُرزور اصرار پر لندن سے واپس ہندوستان آئے تو انہوں نے سینکڑوں تقریریں کیں جن میں اعداد و شمار کے ریکارڈ کے مطابق پاکستان کے قیام سے پہلے محققین نے ایک سو ایک (101) تقاریر ایسی الگ کی ہیں جن میں اُنہوں نے واضح طور پر کہا کہ پاکستان میں اسلامی نظام قائم کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں اُنہوں نے قیام پاکستان کے بعد اپنی 13 ماہ کی زندگی میں چودہ (14) تقاریر ایسی کیں جن میں واضح کیا کہ پاکستان کا آئین قرآن و سنت کی روشنی میں تیار کیا جائے گا۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ اِن تمام تقاریر کو یہاں نقل کیا جائے۔ لیکن اگر ہم 11 اگست 1947 والی تقریر اور 25 جنوری 1948 کے کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کے متن کا مطالعہ کریں تو ہمارے لیے یہ فیصلہ کرنا آسان ہوگا کہ قائداعظم کا منشا کیا تھا

"You are free; you are free to go to your temples, you are free to go to your mosques or to any other places of worship in this state of Pakistan. You will find that in course of time Hindus would cease to be Hindus and Muslims would cease to be Muslims, not in the religious sense, because that is the personal faith of each individual. but in the political sense as citizens of the state."

25 جنوری 1948ء کو بار ایسوسی ایشن کراچی سے خطاب کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا:

"Islamic principles today are as applicable to life as they were thirteen hundred years ago. He could not understand a section of the people who deliberately wanted to create mischief and propaganda that the constitution of Pakistan would not be made on the basis of Shariat."

قارئین کرام! 11 اگست کی تقریر ظاہر کر رہی ہے کہ قائداعظم اقلیتوں کو محض یہ یقین دہانی کروا رہے ہیں کہ پاکستان بننے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مذہبی آزادی کے حوالہ سے اُن سے کسی قسم کا امتیازی سلوک کیا جائے گا اور یہ بھی عین اسلام کے مطابق ہے۔ علاوہ ازیں محسوس ہوتا ہے کہ قائداعظم نہیں چاہتے تھے کہ کوئی ایسی بات کہی جائے کہ عالمی برادری نوزائیدہ پاکستان کے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑ جائے۔ لیکن جب اُنہوں نے دیکھا کہ بعض

عناصر اُن کی 11 اگست کی تقریر کو غلط معنی پہنا رہے ہیں تو اُنہوں نے 25 جنوری 1948ء کی اپنی تقریر میں شرانگیز پروپیگنڈا پھیلانے والوں کی خوب خبر لی اور سوچ سمجھ کر اسلامی نظام کی بجائے شریعت کے نفاذ کا ذکر کیا۔ لیکن بفرض محال ہم 11 اگست کی تقریر کے حوالہ سے سیکولر عناصر کا تھوڑی دیر کے لیے موقف تسلیم بھی کرلیں تو سوال یہ ہے کہ اُن کی 5 ماہ پہلے کہی گئی بات کو ترجیح دینی چاہیے یا بعد میں کی گئی بات کو؟ پھر یہ کہ ایک بات 101 مرتبہ پاکستان بننے سے پہلے اور 14 مرتبہ بعد میں کہی گئی اُس بات کو تسلیم کریں یا زندگی بھر میں صرف ایک مرتبہ کہی ہوئی ایک بات کو تسلیم کریں۔ درحقیقت قائداعظم نے زندگی بھر سیکولرازم کا لفظ منہ سے نہیں نکالا۔ یہ ہم نہیں ریکارڈ کہہ رہا ہے۔ قائداعظم نے ایک مرتبہ کانگرس اور ہندوؤں کے بیانات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہم پر الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم مذہب کو سیاست میں لے آئے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ ہمیں اس پر فخر ہے۔

ہم ایک اور اہم تاریخی حقیقت اِن سیکولر حضرات کے سامنے لائیں گے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اُن علماء کرام میں شامل تھے جنہوں نے تحریک پاکستان کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔ اُنہوں نے قیام پاکستان کے بعد وقت کی حکومت کو یاد دلانا شروع کیا کہ وہ تحریک پاکستان کے دوران اپنے وعدے کے مطابق اسلامی نظام نافذ کرے جس پر حکومت کچھ لیت ولعل سے کام لے رہی تھی۔ اس لیے کہ اسمبلی میں بیٹھے ٹوانے، ممدوٹ، مزاری اور لغاری محسوس کرتے تھے کہ اسلامی نظام تو تیشہ بن کر اُن کے پاؤں پر گرے گا۔ حکومتی تیور بھانپتے ہوئے مولانا نے اسمبلی میں ایک پُرجوش خطاب کیا اور قرارداد مقاصد کو منظور کرنے کا پُرزور مطالبہ کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر مسلم لیگ نے (جو پاکستان کی بانی جماعت تھی اور اسمبلی میں اکثریت رکھتی تھی) یہ قرارداد منظور نہ کی اور اسلامی نظام نافذ نہ کیا تو میں باہر نکل کر لوگوں کو بتاؤں گا کہ مسلم لیگ نے عوام کو دھوکہ دیا ہے اور وہ فریب کاری سے کام لے رہی ہے۔ قراردادِ مقاصد منظور ہوگئی تو اُس وقت کے کچھ سیکولر عناصر نے یہ تو کہا کہ آج ہمارا سر شرم سے جھک گیا ہے، اس لیے کہ اِس دور میں ہم یہ قرارداد منظور کر رہے ہیں کہ (sovereignty belongs to God) اقتدارِ اعلیٰ کا مالک اللہ ہے یعنی ع اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں۔ مگر اُنہوں نے اِس بات سے انکار نہیں کیا کہ مسلم لیگ نے تحریک پاکستان کے دوران اسلامی نظام کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ ابھی پاکستان بنے صرف دو سال ہوئے تھے۔ وہ کہہ سکتے تھے کہ یہ تو کل کی بات ہے، ہم نے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا تھا، لیکن اُنہوں نے ایسا ہرگز نہیں کہا۔ گویا وہ اسلامی نظام کے مخالف تو تھے لیکن یہ تسلیم کرتے تھے کہ تحریک پاکستان کے دوران اِس کے نفاذ کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اس کی وجہ ایک تو یہ تھی کہ معاملہ ابھی بالکل تازہ تازہ تھا اور دوسرا یہ کہ اُس زمانے کے سیکولر لوگوں میں بھی کچھ نہ کچھ اخلاقیات ابھی باقی تھیں۔

قائداعظم کے ذاتی معالج ڈاکٹر ریاض علی شاہ کو سیاست سے کچھ لینا دینا نہیں تھا۔ اُنہوں نے قائداعظم کی زندگی کے جو آخری الفاظ ڈائری میں نقل کیے اور وہ 11 ستمبر 1988ء کو روزنامہ جنگ میں شائع ہوئے، وہ کچھ یوں تھے: ’’تم جانتے ہو کہ جب مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے، تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے! یہ مشکل کام تھا اور میں اکیلا اسے کبھی نہیں کرسکتا تھا، میرا ایمان ہے کہ یہ رسول خدا ﷺ کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا۔ اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اسے خلافت راشدہ کا نمونہ بنائیں، تاکہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے۔‘‘

ہمیں درحقیقت اِن سیکولر عناصر سے بڑی ہمدردی ہے۔ خصوصاً افغان طالبان کے ہاتھوں امریکہ کی عبرت ناک شکست کے بعد ان کی حالت دیدنی ہے۔ وہ نصف صدی سے امریکہ کو گالیاں دے رہے تھے۔ امریکہ نے جب افغانستان میں امارت اسلامیہ کی حکومت ختم کرکے وہاں غاصبانہ اور جابرانہ قبضہ کیا تو اِن کی باچھیں کھِل گئیں۔ اُنہوں نے امریکہ زندہ باد کے پُرزور نعرے لگائے اور ایک اسلامی حکومت کے خاتمے پر جشن منائے۔ لیکن نادان افغانوں کی تاریخ سے نابلد تھے۔ قصہ کوتاہ جب افغان طالبان نے امریکی سپرمیسی کو اپنے پاؤں تلے روند دیا اور وہ واپس بھاگنے کی راہیں تلاش کر رہا ہے تو انہیں فکر پڑی ہے کہ کہیں افغان طالبان امریکہ سے فارغ ہوکر افغانستان سے باہر کا رخ نہ کریں۔ لہٰذا انہوں نے پہلے ہی چیخ وپکار شروع کردی ہے۔ ہم افغانوں کی نفسیات کو سمجھتے ہوئے انہیں یقین دلاتے ہیں کہ طالبان ایسا نہیں کریں گے۔ البتہ اب آپ کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام اب اِس خطہ کا مقدر ہے۔ یہ لوگ جتنی جلد اس حقیقت کو تسلیم کرلیں گے اُتنا ہی اُن کے لیے بہتر ہوگا۔ بہرحال ہمارے یہ سیکولرازم کے عاشق بھائی سمجھیں نہ سمجھیں، یورپ سمجھ چکا ہے اور وہاں برپا ہونے والے ہنگاموں کی پشت پر یہی سوچ ہے جس کا ہم ان شاء اللہ کسی وقت تجزیہ کریں گے۔

☆☆☆

النصر لیب An ISO 9001:2008 QMS Certified Lab.

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ڈیجیٹل ایکسرے، ای سی جی اور الٹراساؤنڈ کی جدید اقسام، کلرڈاپلر، 4-D، T.V.S، ایکو کارڈیوگرافی، Lungs Function Tests اور Digital Dental (OPG) X-Ray کی سہولیات

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

خواتین کے لیے لیڈی الٹراسونولوجسٹ کی سہولت مہیا کردی گئی ہے۔

خصوصی پیشکش

مکمل میڈیکل چیک اپ

الٹراساؤنڈ (پیٹ)، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method)، مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/3500 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

950-B فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور

Ph: 3 516 39 24, 3 517 00 77 Fax: 3 516 21 85

Mob: 0300-8400944, 0301-8413933 E-mail: info@alnasarlab.com

ماہ رمضان المبارک اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں

قرآن و سنت کی روشنی میں (II)

روزنامہ نوائے وقت کے زیر اہتمام 26 جولائی 2011ء کو ایوان وقت لاہور میں منعقدہ خصوصی نشست میں
امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کا خطاب

تو یہ ہیں رمضان المبارک کے حوالے سے چند بنیادی باتیں۔ لیکن اِس میں چند اور چیزیں بھی شامل ہیں، جن کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔ اِن چیزوں کا ذکر نبی اکرم ﷺ نے اپنے اُس خطبے میں فرمایا ہے جو شعبان کے اختتام پر آپؐ نے رمضان کے لیے ذہنی تیاری کے حوالے سے ارشاد فرمایا تھا۔ اِس خطبہ میں ماہ رمضان کی عظمتوں اور روزہ کی فرضیت کا بیان ہے۔ پھر اِسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اِس ماہِ مبارک میں نیکی کا اجر وثواب باقی مہینوں کے مقابلے میں کم از کم 70 گنا زیادہ ملتا ہے۔ گویا یہ نیکیوں کا موسم بہار ہے۔ عوامی زبان میں یہ نیکیوں کی لوٹ سیل کا مہینہ ہے۔

اس مہینے فرض عبادت کے ساتھ نوافل کا کثرت سے اہتمام کیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا: ''جو شخص بھی اس مہینے میں اللہ کا قرب چاہے گا کسی غیر فرض (کسی نفلی عبادت) کے ذریعے تو نفل عبادت کا ثواب اتنا ہے جتنا دوسرے مہینوں میں کوئی فرض ادا کرے۔'' اور فرض کا ثواب تو اور بھی کئی گنا بڑھ کر ہے۔ فرمایا: ''جس کسی نے اس مہینے میں کوئی فرض ادا کیا، اس کے لیے اتنا ثواب ہے جیسے کہ دوسرے مہینوں میں ستر فرائض انجام دے۔'' گویا فرض کا ستر گنا ثواب ہے۔ عربی زبان اور حدیث میں جب ستر کا ہندسہ آتا ہے تو وہ کثرت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ آگے فرمایا: ''یہ صبر کا مہینہ ہے، اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔'' صبر یہی نہیں ہے کہ کوئی شخص مارے تو انسان جواب نہ دے۔ بلکہ ایک اعلیٰ مقصد کی خاطر ہر قسم کی مشقت اور تکلیف جھیلنا بھی صبر ہے۔ ہماری یہ زندگی عارضی ہے۔ اصل زندگی وہ ہے جو اس کے بعد آئے گی۔ ہمارا مطمح نظر وہاں کی کامیابی ہونا چاہیے۔ یہ زندگی تو دارالامتحان ہے۔ یہ امتحان کس چیز کا ہے؟ یہ اپنے آپ کو روکنے، تھامنے اور نفس کے بے لگام گھوڑے کو روک کر رکھنے کا ہے۔ گناہوں سے اپنے آپ کو بچانا بھی صبر ہے اور نیکیوں پر کاربند ہونا بھی صبر ہے۔ انسان میں حدود اللہ کو پھلانگنے کا رجحان ہے، گناہ، معصیت اور نفسانیت کی طرف میلان ہے۔ اپنے آپ کو گناہ سے روکنا بھی صبر ہے۔ اِسی طرح اللہ کی اطاعت کرنا، بندگی بجالانا، پنج وقتہ نماز ادا کرنا یہ بھی آسان نہیں ہے۔ اس کے لیے بھی استقامت کی ضرورت ہے۔ یہ استقامت بھی صبر ہے۔ یوں صبر کے بے شمار مدارج ہیں، جن کا اس مہینے میں امتحان ہوتا ہے۔ چونکہ صبر بہت بڑی آزمائش ہے، لہٰذا اس کا اجر و ثواب یہ ہے کہ آدمی کو جنت ملے گی۔

اس مہینے انسانی ہمدردی انس و محبت اور ایثار و قربانی کے جذبات بھرپور انداز سے پروان چڑھنے چاہئیں۔ آپؐ نے فرمایا: ''یہ باہمی ہمدردی اور غمگساری کا مہینہ ہے۔'' اس مہینے ایک دوسرے کے لیے مودت اور رحمت کے جذبات پیدا ہونے چاہئیں، کہ میرا یہ بھائی بھی روزے سے ہے۔ ہمارے ہاں خاص طور پر شہروں میں ایک طبقہ وہ بھی ہے جنہیں معلوم ہی نہیں کہ فاقہ کیا چیز ہوتی ہے اور وہ لوگ کہ جنہیں دو دو وقت کی روٹی میسر نہیں، ان پر کیا بیتتی ہے۔ لیکن اس مہینے میں جب یہ لوگ روزہ رکھتے ہیں تو انہیں کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور ہو جاتا ہے کہ بھوک کی حالت میں انسان کی کیفیت کیا ہوتی ہے، محروم طبقات جن کے گھر کئی کئی روز تک چولہا نہیں جلتا، وہ کس مصیبت میں مبتلا ہیں۔ اور پھر جب وہ خود مشقت سے گزرتے ہیں تو اُن میں ناداروں، فقیروں اور محتاجوں کے لیے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

لوگوں کو روزہ افطار کرانے کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ لہٰذا ہمیں اِس کا بھی بھرپور اہتمام کرنا چاہیے۔ آپؐ نے فرمایا: ''جو شخص رمضان میں اپنے کسی بھائی کو روزہ افطار کروائے، تو اس کا یہ عمل اس کے لیے مغفرت اور آگ سے چھٹکارے کا ذریعہ بن جائے گا اور روزہ افطار کروانے کے لیے بھی اتنا ہی اجر ہے جتنا روزہ رکھنے والے کا، بغیر اس کے کہ اس روزے دار کے اجر میں کچھ کمی کی گئی ہو۔'' اندازہ کیجیے، روزہ دار کو افطار کرانا اللہ کو کس قدر پسند ہے کہ اِسے آگ سے رہائی کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ پھر یہ بھی واضح ہے کہ اس عمل سے آپس میں ہمدردی اور محبت بھی بڑھتی ہے جو دینی اخوت کے تحت ہر مسلمان میں ہونی چاہیے۔ اِس مہینے رحماءُ بینھم کی فضا پیدا ہونی چاہیے۔ مسلمانوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت، ایک دوسرے کے لیے ہمدردی و ایثار کا جذبہ پیدا ہونا چاہیے۔ یہ اس کا بہترین موقع ہے۔ خاص طور پر ان لوگوں کے لیے جنہیں عام دنوں پیٹ بھر کر کھانا میسر نہیں ہوتا، ہمدردی اور محبت کے احساس میں اور زیادہ شدت آئے۔ ایسے لوگوں کو بالخصوص افطار کروائیں۔ یہ اللہ کی رحمت کا مظہر ہے کہ روزے دار کو جتنا اجر ملتا ہے اتنا ہی اجر افطار کرانے والے کو ملتا ہے۔ لیکن

روزے دار کے اجر میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ اس کا اجر اپنی جگہ پورا ہے۔

جب نبی ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے ہر شخص کے لیے تو یہ ممکن نہیں ہے۔‘‘ ہر شخص کے حالات ایسے نہیں ہوتے کہ وہ کسی دوسرے کو افطار

جس امریکہ کی خاطر ہم نے دین، ملک اور نظریہ ہر چیز کو قربان کیا، اللہ کے دین سے بے وفائی اور غداری کی، اُس نے ہمیں ایبٹ آباد سانحے کے ذریعے پوری اقوامِ عالم کے سامنے ننگا کر دیا ہے

کروائے۔ آپؐ خود بھی فقرائے صحابہؓ میں سے تھے۔ دن بھر فاقے سے ہوتے تھے۔ تو آپؐ نے یہ اشکال پیش کیا کہ جب کسی کے پاس کچھ نہ ہو تو افطار کیسے کروائے گا اور یوں افطار کرانے کے اجر سے محروم رہ جائے گا۔ اِس پر آپؐ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ یہ اجر و ثواب اس مسلمان کو بھی عطا کر دیں گے جو دودھ کی تھوڑی سی لسی یا پانی کے ایک گھونٹ کے ساتھ اپنے کسی مسلمان بھائی کا روزہ افطار کرواتا ہے۔‘‘ اس سے مراد کیا ہے؟ اگر کسی شخص کو صرف لسی یا پانی ہی میسر تھا اور اُس نے ثواب کی نیت سے اُسی کے ساتھ اپنے مسلمان بھائی کو روزہ افطار کرادیا، تو اِسے بھی افطار کرانے کا ثواب مل جائے گا۔ آگے فرمایا: ’’جو کوئی کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے (اُس کا اجر یہ ہے کہ) اللہ اُسے میرے حوض (یعنی کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا کہ جس کے بعد اُسے کبھی پیاس نہیں لگے، یہاں تک کہ جنت میں پہنچ جائے گا۔‘‘ اگرچہ اپنے دوستوں اور عزیزوں کو افطاری پر بلانا یہ بھی باعث برکت اور باعث اجر و ثواب ہے، لیکن اصل مقصود کیا ہے کہ افطار کے لیے محلے کے ناداروں کو بلایئے، جنہیں سال کے دوسرے مہینوں میں پیٹ بھر کر کھانے کا موقع کبھی کبھار ہی ملتا ہے۔ جن کے بچوں کے دلوں میں یہ حسرتیں ہوتی ہیں کہ کبھی ہم بھی وہ کھانا کھائیں جو ہمارے امراء کھاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو بلا کر کھانا کھلائیں۔ اس کا بہت اجر و ثواب ہے۔

روزے میں ایک اور چیز جو مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ انفاق کریں۔ سال کے بقیہ مہینوں میں انفاق فی سبیل اللہ کا اجر سات سو گنا تک ہے اور جب رمضان میں انفاق کیا جائے تو اس کا اجر مزید 70 درجے بڑھ جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اس ماہ مبارک میں نبی اکرم ﷺ کی جود و سخا بہت بڑھ جاتی تھی۔ ہمیں بھی چاہیے کہ اس مہینے دل کھول کر انفاق کریں، ورنہ بعد میں حسرت رہے گی کہ ؎

اس آرزو کے باغ میں آیا نہ کوئی پھول
اب کے بھی دن بہار کے یوں ہی گزر گئے

رمضان کے حوالے سے ایک اور کام جو ہمیں کرنا ہے وہ یہ ہے کہ اِس ماہ اپنے ماتحتوں اور ملازموں پر کام کا بوجھ کم کر دیں۔ اُن کے کام میں تخفیف کا بڑا اجر و ثواب ہے۔ اسی سے پھر ہمدردی اور بھائی چارے کو فروغ ملتا ہے اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ haves اور have nots کے درمیان جو طبقاتی خلیج پیدا ہو جاتی ہے، وہ خلیج ختم ہوتی ہے۔ جب انسان اپنے ملازمین اور ماتحتوں کے ساتھ نرمی کا رویہ اختیار کرے، ان کے کام میں ان کو سہولت دے تو وہ اللہ کی نگاہ میں اور اپنے ملازمین کی نظروں میں بڑا مقام بنالیتا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا: ’’جو شخص اس مہینے میں اپنے کسی ملازم (خدمت گار) کے کام میں تخفیف کرے (یعنی اوقات کار کم کر دے، کام کا بوجھ ہلکا کر دے، اِس خیال سے کہ میرا بھائی روزے سے ہے) اللہ تعالیٰ اُس کو معاف فرما دیں گے، اُسے جہنم کی آگ سے بچالیں گے۔‘‘

اس ماہ مبارک میں ہر مسلمان کو قرآن کے ساتھ تعلق کو مضبوط بنانے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ قرآن کو پڑھیں اور سنیں، اور اس کے بعد اس کا ترجمہ بھی پڑھیں۔ اصل میں ہدایت تو تب منکشف ہوگی۔ قرآن پاک کی تلاوت کا بہت اجر و ثواب ہے۔ اِس کے ایک حرف پر 10 نیکیاں ملتی ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھیں۔ ایک پارہ جو ہم تراویح میں سنیں، اس کا ترجمہ گھر آ کر پڑھیں، تاکہ معلوم تو ہو کہ رب ذوالجلال نے ہمارے لیے کیا پیغام دیا ہے۔ مسلمان تراویح میں پورا قرآن سن لیتے ہیں مگر انہیں کچھ پتا نہیں ہوتا کہ اس میں ہمارے لیے اللہ کا message کیا ہے۔ قرآن تو نوعِ انسانی کے لیے اللہ کا پیغام ہے ؎

نوعِ انساں را پیامِ آخریں
حامل او رحمۃ للعالمیں

اہل پاکستان کا ایک خاص تعلق ماہ رمضان کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جیسے قرآن جیسی بہت بڑی نعمت اس مہینے ہمیں عطا کی، اِسی طرح اللہ نے ہمیں رمضان کی ستائیسویں شب یہ خطۂ زمین عطا کیا۔ ہمیں پاکستان ملا۔ یہ ملک اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد سے معرض وجود میں آیا۔ بدقسمتی سے آج کے نوجوانوں کو ہماری تاریخ سے بھی کاٹ دیا گیا۔ اب تو پروفیشنل تعلیم ہی رہ گئی ہے، الا ماشاءاللہ۔ لیکن جن لوگوں کو معلوم ہے، جو ان حالات سے گزر کر آئے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ ہم مسلمان محکوم ہندوستان میں کس کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ہندوستان میں اکثریت ہندوؤں کی تھی اور مسلمان اقلیت میں تھے اور انگریز اور ہندو کی دوہری غلامی کی چکی میں پس رہے تھے۔ انگریز کا سارا عتاب مسلمانوں پر تھا۔ کیونکہ اس نے اقتدار مسلمانوں سے چھینا تھا۔ وہ انہیں دبا رہا تھا۔ ان حالات میں ہندو کو انگریز کے قرب کا موقع ملا۔ انگریز انہیں سرکاری ملازمتوں میں ترجیح دیتے تھے۔ تعلیمی اداروں میں بھی وہ ہم سے آگے جا رہے ہیں۔ تجارت میں وہ ہم سے آگے تھے۔ وہ مسلمانوں سے اپنے ہزار سالہ دورِ محکومی کا انتقام لے رہے تھے۔ انگریز اور ہندو کی مخالفت کے باوجود پاکستان کا معرض وجود میں آ جانا ایک معجزے سے کم نہیں۔ یہ نعمت رمضان کی 27ویں شب کو عطا ہوئی۔

ہم نے کہا تھا کہ ہم ہندو کے ساتھ ایک قوم کی حیثیت سے نہیں رہ سکتے۔ ہمیں الگ خطہ چاہیے، تاکہ ہم اسلامی بنیادوں پر اپنا معاشرہ تشکیل دیں۔ قائداعظم نے متحدہ ہندوستان کے تصور کی نفی اور دوقومی نظریے کی وکالت کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں کہا تھا کہ ’’اسلام اور ہندو دھرم محض مذاہب نہیں ہیں، بلکہ درحقیقت وہ دو مختلف معاشرتی نظام ہیں۔ چنانچہ اس خواہش کو خواب و خیال ہی کہنا چاہیے کہ ہندو اور مسلمان مل کر ایک مشترکہ قومیت تخلیق کر سکیں گے۔ یہ لوگ آپس میں شادی بیاہ نہیں کرتے، نہ ایک دسترخوان پر کھانا کھاتے ہیں۔ میں واشگاف لفظوں میں کہتا ہوں کہ وہ دو مختلف تہذیبوں سے واسطہ رکھتے ہیں، اور ان تہذیبوں کی بنیاد ایسے تصورات اور حقائق پر رکھی گئی ہے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں، بلکہ اکثر متصادم ہوتے رہتے ہیں۔ انسانی زندگی کے متعلق ہندوؤں اور مسلمانوں کے خیالات اور تصورات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے کہ ہندو اور مسلمان اپنی اپنی ترقی کی تمناؤں کے لیے مختلف تاریخوں سے نسبت رکھتے ہیں۔ ان کے تاریخی وسائل اور ماخذ مختلف ہیں۔ ان کی رزمیہ نظمیں، ان کے سربرآوردہ بزرگ اور قابلِ فخر تاریخی کارنامے سب مختلف اور الگ الگ ہیں۔

اکثر اوقات ایک قوم کا زعیم اور رہنما دوسری قوم کی بزرگ اور برتر ہستیوں کا دشمن ثابت ہوتا ہے۔ ایک قوم کی فتح دوسری قوم کی شکست ہوتی ہے۔ ایسی دو قوموں کو ایک ریاست اور ایک حکومت کی ایک مشترکہ گاڑی کے دو بیل بنانے اور ان کو باہمی تعاون کے ساتھ قدم بڑھانے پر آمادہ کرنے کا نتیجہ انجام کار تباہی کا باعث ہوگا۔ خاص کر اس صورت میں کہ ان میں سے ایک قوم تعداد کے لحاظ سے اقلیت میں ہو اور دوسری کو اکثریت حاصل ہو۔'' مسلمانانِ ہند واشگاف انداز میں یہ نعرہ لگاتے تھے: ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ'' قائداعظم نے اپنے بیسیوں بیانات میں یہ بات کہی تھی کہ ہم الگ مملکت کیوں قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کے پیش نظر ایک اسلامی ریاست کا قیام تھا۔ قیام پاکستان کے بعد بھی انہوں نے لگی لپٹی رکھے بغیر یہ بات کہی تھی کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔ انہوں نے اپنی مرض الوفات میں اپنے معالج سے یہ کہا تھا کہ ہم نے ایک آزاد اور خود مختار مملکت حاصل کر لی ہے۔ اب پاکستانیوں کا فرض ہے کہ اس مملکت کو خلافت راشدہ کا نمونہ بنائیں۔

افسوس کہ قیام پاکستان کے بعد ہم نفاذ اسلام کا وعدہ بھول گئے۔ قائدِاعظم تو ہمارے درمیان تھوڑا ہی عرصہ رہے لیکن اس کے بعد اسلام سے بے وفائی اور غداری کی جو روش ہم نے اپنائی گئی، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہمارا سماج اسلامی معاشرے کی برکات اور خیر سے پورے طور پر محروم ہے۔ اسلامی معاشرے میں منکرات نہیں پھیل سکتیں۔ فحاشی اور بے حیائی کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔ جبکہ یہاں فحاشی اور عریانی ننگا ناچ رہی ہے۔ یہاں اس کے گٹر کھلے ہوئے ہیں۔ شیطنت کا سیلاب تباہی پھیلا رہا ہے۔ سود اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے اعلان جنگ کے مترادف ہے، مگر ہمارا پورا ریاستی اقتصادی نظام سود پر چل رہا ہے۔ ہم نے یہاں دین قائم نہیں کیا۔ یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ ہندوستان میں رہتے ہوئے ہمیں جتنا اسلام حاصل تھا، بعض اعتبارات سے وہ بھی یہاں نہیں ہے۔ مثال کے طور پر ہندوستان میں مسلمانوں کے عائلی قوانین محفوظ ہیں۔ کوئی عدالت اُن میں مداخلت نہیں کر سکتی۔ جبکہ پاکستان میں مسلمان اسلامی عائلی قوانین سے محروم ہیں۔ یہاں جو عائلی قوانین نافذ ہیں وہ 1962ء میں منکر حدیث غلام احمد پرویز نے مرتب کیے تھے اور مارشل لاء کے بل پر انہیں ایوب خان نے نافذ کیا تھا، اور وہی آج تک چلے آتے ہیں، حالانکہ ان قوانین کے بارے میں تمام علماء کہتے ہیں کہ یہ خلاف سنت ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کے باوجود نفاذ اسلام سے پہلوتہی کی روش نعمت آزادی کی ناقدری اور ناشکری کی انتہا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ ہم نے نہ صرف خود دین و شریعت کے نفاذ سے گریز کیا بلکہ ہمارے پڑوسی ملک افغانستان میں طالبان کی اسلامی حکومت قائم ہوئی تو اُس کے بھی خاتمہ میں امریکہ کا ساتھ بھی دیا۔ اسلام سے غداری کے جرم عظیم کی پاداش میں آج اس ملک کی بقاو سالمیت داؤ پر لگ چکی ہے۔ وہ سرفروش طالبان جن کو اللہ پر بھروسا تھا، وہ تو نہتے ہو کر بھی امریکہ و نیٹو کو ذلیل کر کے وہاں سے نکال رہے ہیں، جبکہ ہم جو امریکہ کے آگے سجدہ ریز ہو گئے اور اب مزید اُس کے آگے بچھے جا رہے ہیں، ساری دنیا میں ذلت و رسوائی کا سب سے بڑا Symbol بن گئے ہیں۔ جس امریکہ کی خاطر ہم نے دین، ملک اور نظریہ ہر چیز کو قربان کیا، اللہ کے دین سے بے وفائی اور غداری کی، اُس نے ہمیں ایبٹ آباد سانحے کے ذریعے پوری اقوام عالم کے سامنے ننگا کر دیا ہے۔ آج ساری دنیا پاکستان کو تنقید کا ہدف بنا رہی ہے۔ ہم نے یہ ملک جو ہم 27ویں شب کو حاصل ہوا تھا، مگر افسوس کہ ہم نے قرآن حکیم کی قدر نہ کی اور نہ ہی اس ملک کی قدر کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے رحمت الٰہی ہم سے روٹھ چکی تھی۔ اللہ کی رحمت ہمارے شامل حال ہوسکتی ہے شرط یہ ہے کہ ہم اُس کی وفاداری کریں۔ وفاداری کا اولین تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے جرائم پر توبہ کریں۔ پوری قوم اجتماعی توبہ کرے۔ اس وقت بحیثیت قوم ہمارا حال یہ ہے، بہت ہی کم لوگ ہیں جو دین پر عمل کرنے والے ہیں۔ مغربی تہذیب اور ہندوانہ رسومات کی تقلید ہو رہی ہے۔ مانتے تو سب ہیں کہ دین پوری زندگی کا نام ہے، لیکن قوم کی غالب اکثریت دین سے دور ہے۔ یہاں تک کہ دین کی سب سے اہم شے نماز ہی سے غافل ہے۔ کتنے لوگ ہوں گے جو نماز پڑھتے ہیں؟ محض چند فیصد ہیں۔ اسی لیے تو اقبال نے کہا تھا ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

ہمیں اجتماعی توبہ کرنی ہوگی۔ قوم کے مقتدر طبقات بھی توبہ کریں اور عوام بھی اپنے گناہوں کا اعتراف کریں۔ ہم مسلمان ہیں۔ مسلمان کا کام ہر معاملے میں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت ہے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗٓ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ①﴾ (الانفال)

''اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو اگر ایمان رکھتے ہو۔''

اِس ماہ مقدس میں ہم اس بات کو شعار بنالیں کہ آئندہ ہر معاملے میں اللہ اور رسول کی اطاعت ہوگی، اور اطاعت صرف نماز ہی میں نہیں، پوری زندگی میں ضروری ہے۔ ہمارے دین نے ہر معاملے میں تفصیلی رہنمائی فراہم کی ہے۔ ہمیں اِس تفصیلی رہنمائی کو اختیار کرنا ہے۔ اِسی رہنمائی کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ہم اللہ کے دین کو قائم کریں، شریعت نافذ کریں۔ اور یہ وہ شے ہے جسے اللہ اپنی نصرت قرار دیتا ہے۔ یہ کام کریں گے تو اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ہماری مدد کرے گا۔

﴿وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ﴾ (الحج:40)

''جو لوگ اللہ کی مدد کرتے ہیں اللہ ضرور ان کی مدد کرتا ہے۔''

اگر ہم اللہ کے دین سے بے وفائی اور غداری کی روش سے تائب ہو کر صحیح رخ اختیار کر لیں، اپنا قبلہ درست کر لیں، تو موجودہ ذلت و رسوائی کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ بہر کیف اللہ کی مدد کے حصول کے لیے بڑا واضح اور آسان راستہ یہی ہے کہ ہم اللہ کے وفادار اور اس کے دین کو قائم کرنے والے بن جائیں۔ اس وقت ہمیں امریکہ کے مقابلے میں ایک بڑی قوت کی مدد کی ضرورت ہے۔ جب دین قائم کریں گے تو اللہ کی مدد حاصل ہو جائے گی اور پھر امریکہ ہمارے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتا۔ پھر ہم سب سے بڑی قوت ہوں گے۔ یہی قرآن کا پیغام ہے جو میں نے آپ کے سامنے رکھا۔ یہی دین کا حاصل ہے۔ ماہِ رمضان قرآن سے تجدید تعلق کا مہینہ ہے۔ یہ تقویٰ کے حصول کا مہینہ ہے۔ یہ نیکیاں کمانے کا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر ہم مسلمانانِ پاکستان اس مہینے سے بھرپور طور پر استفادہ کرتے ہوئے اپنی منزل کی جانب پیش قدمی شروع کر دیں تو ان شاء اللہ دنیا میں بھی اللہ کی مدد اور نصرت ہمارے ساتھ ہوگی اور آخرت میں بھی ہم کامیابی کے مستحق ٹھہریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وسنت کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمادے۔

[تلخیص: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆

خطبہ پنجم: سیرت النبیؐ میں باطل سے تصادم کے تکمیلی مراحل

رسول اللہ ﷺ کی مدینہ ہجرت اور ابتدائی اقدامات

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا فکر انگیز خطاب

تصادم کا دوسرا مرحلہ اقدام (Active Resistance) کا ہے۔اس مرحلے میں قدم رکھنے کا فیصلہ نہایت نازک ہوتا ہے۔حضورﷺ کے معاملے میں اس مرحلے میں داخل ہونے کا فیصلہ اللہ کی طرف سے تھا۔لہٰذا غلطی کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔لیکن آئندہ جو بھی تحریک ہوگی اس کی قیادت یہ فیصلہ کرے گی اور اس میں غلطی کا امکان موجود رہے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ نیک نیتی کے ساتھ غلطی کی صورت میں بھی دنیا میں ناکامی کے باوجود آخرت کی کامیابی یقینی ہے۔

14 نبوی میں آپؐ نے مدینہ ہجرت فرمائی۔اس سے پہلے آپؐ نے ایک متبادل مرکز کی حیثیت سے طائف کا انتخاب کیا تھا لیکن طائف والوں کی قسمت میں یہ سعادت نہیں تھی۔اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت اور خوش بختی یثرب کے لیے رکھی تھی۔چنانچہ اہل یثرب چل کر آپؐ کے پاس گئے اور آپؐ کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دے آئے بلکہ اس کی منظوری لے آئے۔اب حضورﷺ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُس گھڑی کی اجازت ملنے کا انتظار تھا جس گھڑی ہجرت کرنا تھی۔یہ گھڑی اُس وقت آئی جب مشرکین نے اسلامی دعوت کا چراغ گل کرنے کے لیے آپؐ کا قتل کا منصوبہ بنایا۔جب مشرکین نے دیکھا کہ یثرب میں اسلامی دعوت جڑ پکڑنے لگی ہے اور یہ ہمارے لیے نہایت خطرناک ہوگی تو انہوں نے مکہ کی پارلیمنٹ دارالندوہ میں تاریخ کا سب سے خطرناک اجتماع منعقد کیا،جس میں قریش کے تمام قبائل کے نمائندوں نے شرکت کی۔موضوع بحث یہ تھا کہ (نعوذ باللہ) اسلامی دعوت کے علمبردار محمد رسول اللہﷺ کا قصہ بہ عملیت تمام پاک کر دیا جائے۔اس سلسلے میں مختلف تجاویز پیش کی گئیں،مگر پارلیمنٹ نے رد کر دیں۔ بالآخر ابوجہل نے ایک انتہائی مجرمانہ تجویز پیش کی،جس سے تمام ممبران نے اتفاق کیا۔اُس نے کہا: اس شخص کے بارے میں میری ایک رائے ہے۔میں دیکھتا ہوں کہ اب تک تم لوگ اس پر نہیں پہنچے۔لوگوں نے کہا: ابوالحکم وہ کیا ہے؟ ابوجہل نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ ہم ہر ہر قبیلے سے ایک مضبوط،صاحب نسب اور بانکا جوان منتخب کرلیں۔پھر ہر ایک کو ایک تیز تلوار دیں۔اس کے بعد سب کے سب اس شخص کا رُخ کریں اور اس طرح یکبارگی تلوار مار کر قتل کر دیں،جیسے ایک ہی آدمی نے تلوار ماری ہو۔یوں ہمیں اس شخص سے چھٹکارا مل جائے گا۔اور اس طرح قتل کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس شخص کا خون سارے قبائل میں بکھر جائے گا،اور بنوعبد مناف سارے قبیلوں سے جنگ نہ کر سکیں گے۔ لہٰذا دیت (خون بہا) لینے پر راضی ہو جائیں گے۔اور ہم دیت ادا کریں گے۔شیخ نجدی نے کہا: بات یہ رہی جو اس جوان نے کہی۔اگر کوئی تجویز اور رائے ہوسکتی ہے تو یہی ہے۔باقی ہیچ ہے۔اس کے بعد پارلیمان مکہ نے اس مجرمانہ قرارداد پر اتفاق کرلیا،اور ممبران اس عزم مصمم کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس گئے کہ اس قرارداد کی فوری تنفیذ کرنی ہے۔

جب نبیﷺ کے قتل کی مجرمانہ قرارداد طے ہو چکی تو حضرت جبریل علیہ السلام اپنے رب تبارک و تعالیٰ کی وحی لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپؐ کو قریش کی سازش سے آگاہ کرتے ہوئے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو یہاں سے روانگی کی اجازت دے دی ہے۔جوں ہی اجازت آئی،حضورﷺ عازم ہجرت ہوئے اور سوئے یثرب کوچ فرمایا۔

مدینہ میں آپؐ کی حیات دنیوی کا ایک نیا ورق شروع ہوتا ہے۔یہاں اسلامی تحریک دعوت اور تصادم کے مرحلہ اول صبر محض سے نکل کر راست اقدام اور مسلح تصادم کے مراحل میں داخل ہوگئی۔اگرچہ آپؐ نے ہجرت کے بعد اقدام (Active Resistance) کا فیصلہ کیا۔لیکن چھ مہینے میں آپؐ نے اپنی پوزیشن کو مستحکم بنانے کی خاطر تین کام کیے۔اولاً مسجد نبویؐ تعمیر فرمائی' جو عبادت گاہ بھی تھی' خانقاہ اور درس گاہ بھی تھی' پارلیمنٹ اور مشاورت کی جگہ بھی تھی۔یہی گورنمنٹ ہاؤس کا مقام بھی رکھتی تھی۔یہیں پر وفود بھی آرہے تھے۔گویا مسلمانوں کا ایک مرکز وجود میں آگیا۔

دوسرے آپؐ نے مہاجرین اور انصار کے مابین ''مواخات'' قائم فرما دی اور ہر مہاجر کو کسی ایک انصاری کا بھائی قرار دے دیا۔چنانچہ انصار مدینہ نے اپنے ان مہاجر بھائیوں کو اپنے گھروں اور دکانوں میں سے حصے دیئے اور اپنے ذرائع معاش میں ان کو شریک کیا۔اس مواخات میں ایسی ایسی مثالیں بھی سامنے آئیں کہ انصاری بھائیوں نے اپنے مکانوں اور دکانوں کے درمیان دیواریں کھڑی کر کے انہیں نصف نصف تقسیم کر کے مہاجر بھائیوں کو دے دیا۔یہاں تک کہ ایک انصاری کی دو بیویاں تھیں۔اُس وقت پردے کے احکام ابھی نہیں آئے تھے' وہ تو کہیں پانچ چھ سال بعد آئے۔ وہ انصاری اپنے مہاجر بھائی کو اپنے گھر لے گئے' اور کہا کہ یہ میری دو بیویاں ہیں' ان میں سے جو تمہیں پسند ہو اشارہ کرو' میں اسے طلاق دے دوں گا،تم اس سے شادی کر لینا۔رسول اللہﷺ نے تمہیں میرا بھائی قرار دیا ہے اور میں یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ تمہارا گھر آباد نہ ہو اور میرے گھر میں دو دو بیویاں ہوں۔یہ مواخات کا وہ عظیم درس تھا جس کی نظیر پوری انسانی تاریخ پیش نہیں کرسکتی۔

رسول اللہﷺ نے تیسرا اہم کام یہ کیا کہ مدینہ میں آباد یہودی قبائل کے ساتھ مشترکہ دفاع کے معاہدے کر لیے۔آپؐ کے اس اقدام کی منٹگمری واٹ

اور ٹائن بی نے بہت زیادہ تعریف کی ہے اور اسے آپؐ کے حسنِ تدبر اور statesmanship کا عظیم مظہر قرار دیا ہے۔ مدینہ میں آباد یہودی قبائل بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ آباد بڑی strategic پوزیشن میں تھے۔ مدینے کے باہر ان کی گڑھیاں اور قلعے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ''میثاقِ مدینہ'' کے نام سے ان تینوں قبائل سے مشترکہ دفاع کا معاہدہ کرلیا۔ آج بعض لوگ احمقانہ طور پر میثاقِ مدینہ کو اسلامی ریاست کے دستور کا نام دیتے ہیں، حالانکہ یہ مشترکہ دفاع کا ایک معاہدہ (Joint Defence Pact) تھا کہ اگر مدینے پر حملہ ہوا تو مسلمان اور یہودی مل کر حملہ آور کا مقابلہ کریں گے۔ اس معاہدے سے رسول اللہ ﷺ کی پوزیشن بہت مضبوط ہوگئی۔

مدینہ میں اپنی پوزیشن مستحکم بنانے کے بعد آپؐ نے Active Resistance کے طور پر چھوٹے چھوٹے چھاپہ مار قسم کے گروپ بھیجنے شروع کر دیئے۔ غزوۂ بدر سے پہلے پہلے آپؐ نے ایسی آٹھ مہمات روانہ کیں، جن میں سے چار میں حضور ﷺ خود بھی شریک ہوئے اور چار میں آپؐ شریک نہیں ہوئے۔ لہٰذا ان میں سے چار غزوات اور چار سرایا کہلاتی ہیں۔ اس عرصے میں مکہ والوں کی طرف سے کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ یعنی اب جو initiative لیا گیا وہ حضور ﷺ کی طرف سے لیا گیا۔ افسوس کہ اس بات کو چھپانے کے لئے ہمارے ہاں سیرتِ نبویؐ میں تحریف کی گئی ہے۔ اس لئے کہ جس طرح آج کل مغربی میڈیا پروپیگنڈا کرتا ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے، اسلام تو خونی مذہب ہے، اسلام دہشت گردی کا درس دیتا ہے، اسی طرح جب یورپ کی استعماری طاقتیں عالم اسلام پر قابض ہوئیں تو مستشرقین نے اسلام کے خلاف اسی طرح کا زہریلا پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ اس پر ہمارے مصنفین نے معذرت خواہانہ (apologetic) انداز اختیار کیا کہ نہیں نہیں، حضور ﷺ نے کوئی جنگ خود شروع نہیں کی تھی، یہ تو حضور ﷺ نے اپنے دفاع میں جنگیں کی تھیں۔ حالانکہ یہ بات سو فیصد جھوٹ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ باطل مشرکانہ نظام کے شکنجے میں جکڑے ہوئے مکہ کے پرسکون تالاب میں ہلچل حضور ﷺ نے پیدا کی تھی ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادیؐ
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی!

ورنہ وہاں کے لوگ سب کے سب اپنی قسمت پر صابر و شاکر رہ رہے تھے۔ اسی طرح ہجرت کے بعد مکہ والوں کے خلاف راست اقدام (Active Resistance) اور بالآخر مسلح تصادم (Armed Conflict) کا آغاز بھی محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اب یہاں فلسفۂ انقلاب اور فلسفۂ سیرت کے حوالے سے ایک نقطہ پر غور کیجیے۔ آپؐ نے یہ آٹھ مہمات کیوں بھیجیں؟ غرض و غایت کیا تھی؟ آپؐ کے پیش نظر کیا مقصد تھا؟ نبی اکرم ﷺ نے جو مہمات بھیجیں اور مکہ کے خلاف جو اقدام کیا اس کے دو مقاصد دکھائی دیتے ہیں۔ آپؐ کا پہلا مقصد مکہ کا Economic Blockade یعنی معاشی ناکہ بندی تھا۔ اہل مکہ اور قریش کی معاشی زندگی کا دار و مدار تجارت پر تھا۔ مکہ کا اپنا حال بالفاظِ قرآن ''بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ'' تھا۔ وہاں کسی نوع کی پیداوار نہیں ہوتی تھی۔ وہ تو کھانے پینے کی چیزوں کے لیے باہر کی منڈیوں کے محتاج تھے۔ وہاں ایک دانہ تک نہیں اُگتا تھا۔ البتہ ان کے ہاں بھیڑ بکریاں اور اونٹ تھے، جن کا دودھ اور گوشت انہیں حاصل تھا۔ لہٰذا ان کی معیشت کا سارا دار و مدار تجارت پر تھا، اور اُس دور کے مشرقی اور مغربی ملکوں کے مابین تجارت میں قریش کو ایک اہم کڑی اور واسطہ (link) کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔ مشرق و مغرب کی تجارت حضور ﷺ کی بعثت کے دور میں عرب کے راستہ سے ہوتی تھی۔ ہوتا یہ تھا کہ ہندوستان، انڈونیشیا، ملائیشیا اور دوسرے مشرقی ممالک کا سارا سامانِ تجارت بڑی بڑی کشتیوں کے ذریعے یمن کے ساحل تک پہنچتا تھا۔ اُدھر مغرب کے ممالک یعنی یونان، اٹلی اور بلقان کی ریاستوں کا سارا سامانِ تجارت شام کے ساحلوں پر اتر جاتا تھا۔ اس طرح یورپ کے ممالک کا سامانِ تجارت بحیرۂ روم سے ہو کر اِدھر پہنچتا تھا اور اِدھر بحیرۂ عرب اور بحیرۂ ہند سے ہو کر مشرقی ممالک و جزائر کا سامان تجارت یمن پہنچ جاتا تھا، اب اُن کے مابین کاروبار کی جو ساری نقل و حرکت (Transfer and Transport) تھی وہ صرف قریش کے ہاتھ میں تھی، جس کا قرآن مجید میں سورۃ القریش میں بڑے اہتمام سے ذکر فرمایا گیا ہے:

﴿لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ o إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ o﴾

— ان کے قافلے سردیوں میں یمن کی طرف جاتے تھے اور گرمیوں میں شمال یعنی شام کے ساحلوں کی طرف سفر کرتے تھے۔ ایک بڑا تجارتی سفر سردیوں میں اور ایک بڑا تجارتی سفر گرمیوں میں ان کے معمولات میں شامل تھا اور انہیں ان دونوں اَسفار میں مکمل امن حاصل رہتا تھا۔ جبکہ عرب کے دوسرے قبائل کو یہ امن میسر نہ تھا، بلکہ ان کے قافلے اکثر لوٹ لیے جاتے تھے، کیونکہ عرب کے اکثر قبائل کا پیشہ ہی لوٹ مار، رہزنی اور غارت گری تھا۔ تو کسی اور قبیلہ کا قافلہ شاذ ہی لوٹ مار سے بچ کر نکلتا تھا، سوائے قریش کے۔ ان کے قافلہ کی طرف کوئی آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ قریش کعبہ کے متولی تھے، جسے تمام عرب اللہ کا گھر تسلیم کرتے تھے۔ ظاہر ہے کعبہ میں رکھے تین سو ساٹھ بُت سارے کے سارے قریش کے تو نہیں تھے بلکہ صورت یہ تھی کہ تمام عرب قبائل کے ''خدا'' قریش کے پاس بطور ''یرغمالی'' رکھے ہوئے تھے۔ اگر ان کے قافلہ پر کوئی قبیلہ ہاتھ ڈالے تو قریش اس قبیلہ کے ''خدا'' کی گردن مروڑ سکتے تھے۔ یہ وہ اصل سبب تھا کہ قریش کے قافلوں کو تحفظ حاصل تھا۔ ان کے قافلوں پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا۔ لیکن اب حضور ﷺ نے ان پر ہاتھ ڈالنا شروع کیا۔ اور آپؐ نے اب ایک قوت ہونے کے اعتبار سے اپنی موجودگی ثابت فرمادی۔ حضور ﷺ نے درحقیقت قریش کی رگِ جان (lifeline) پر ہاتھ ڈالا اور ان کے تجارتی قافلوں کے راستوں کو مخدوش بنا دیا۔ اس طرح ان کی معاش کے لیے ایک خطرہ پیدا فرمادیا۔

قریش کی معاشی ناکہ بندی کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کا دوسرا مقصد قریش کی سیاسی ناکہ (Isolation or Political containment) تھا۔ قریش کے اِس علاقے میں آباد دوسرے قبائل سے معاہدے تھے اور وہ ایک دوسرے کے حلیف تھے۔ حضور ﷺ نے اس علاقے میں متعدد سفر کیے، جن میں اپنی قوت کا مظاہرہ بھی فرمایا اور دعوت و تبلیغ کا کام بھی کیا۔ دونوں کام ساتھ ساتھ ہو رہے تھے۔ بقول اقبال ؏ عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد — تو تبلیغ و دعوت کے ساتھ طاقت بھی شامل ہو جائے تو گویا سونے پر سہاگہ ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں جہاں ہجرت کا ذکر آرہا ہے، وہاں حضور ﷺ کو یہ دعا تلقین کی گئی تھی: ﴿وَقُلْ رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ

وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ سُلۡطٰنًا نَّصِيۡرًا۝﴾ ’’اے اللہ! جہاں تو مجھے داخل کرنے والا ہے، وہاں میرا داخلہ سچائی کے ساتھ کر اور جہاں سے مجھے نکالنا چاہتا ہے راست بازی کے ساتھ نکال، اور اپنے خاص خزانہ فضل سے قوت وطاقت کے ساتھ میری مدد فرما۔‘‘ یہ ہے وہ قوت اور طاقت جو حضور ﷺ کو مدینہ میں تشریف لانے کے بعد حاصل ہوگئی تھی —— تو اب حضور ﷺ صحابہ کرام ؓ کے ساتھ نکلتے تھے۔ کسی قبیلہ میں جاکر آپؐ نے دس بیس دن قیام فرمایا، ان کے ساتھ معاہدے کئے، اول تو ان کو اپنا حلیف بنالیا ورنہ کم از کم انہیں غیر جانب دار ضرور بنا لیا کہ اگر تمہارا قریش کے ساتھ معاہدہ ہے تو ہمارے ساتھ بھی کرو، ہمارے خلاف ان کی مدد نہ کرو اور ان کے خلاف ہماری مدد نہ کرو، بالکل غیر جانب دار ہو جاؤ۔ یہ ہیں حضور ﷺ کے وہ اقدامات جن کو جدید اصطلاحات کے حوالے سے قریش کی معاشی اور سیاسی ناکہ بندی کہا جاسکتا ہے۔

(جاری ہے)

☆☆☆

بقیہ: ہیلی کاپٹر کی تباہی......

بھارتی فوج کا افغانستان میں کردار اکوئی بھی ہو وہ غیر فطری ہوگا، اس لیے افغان دلدل میں داخل ہونے سے قبل بھارتی قیادت کو سوچ سمجھ لینا چاہیے کہ اگر روس اور امریکا جیسی سپر پاور اپنے جدید اسلحے کے باوجود وہاں غرق ہوگئیں تو اس کے زنگ آلودہ ٹینک، ناکارہ طیارے اور ناتواں جوان افغان طالبان کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ افغانستان میں بھارت کا کردار اس لحاظ سے بھی مشکوک اور خطرناک تصور کیا جارہا ہے کیونکہ اس کی ساری توانائیاں افغانستان میں دہشت گردوں کی بجائے پاکستان کو عدم تحفظ سے دوچار کرنے پر صرف ہوں گی۔ بہرحال افغانستان سے اپنے انخلاء سے قبل امریکا خطے میں عدم استحکام کو دوام دینے کا متمنی تھا۔ افغان جنگ میں بھارت کی شمولیت سے اس کا کم از کم یہ مقصد پورا ہونا نظر آرہا ہے۔ اس تناظر میں پاکستان کو حالات سے باخبر رہنے اور قومی مفاد میں فیصلے اور اسٹریٹیجی مرتب کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

(بشکریہ روزنامہ ’’اسلام‘‘)

میرا آخری رمضان

شاہ وارث

شعبان المعظم کا چاند طلوع ہوتے ہی رمضان کی خوشبوئیں اور اس کی برکتیں کسی قدر محسوس ہونے شروع ہو جاتی ہیں۔قلب وروح سے خوشیوں اور مسرتوں کے جذبات اُمنڈنے لگتے ہیں اور ایمان اپنی آبیاری کے لیے سینوں میں مچلنا شروع کر دیتا ہے۔آخر کیوں نہ ہو کہ اس کے بعد رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ سایہ فگن ہونے کو ہوتا ہے۔رب کائنات کا بڑا احسان ہے کہ وہ بابرکت مہینہ اپنی تمام تر رحمتوں اور نعمتوں سمیت ہم پر سایہ فگن ہو چکا ہے۔ہم رمضان کے وسط میں پہنچ چکے ہیں۔یہ اُس عظیم ہستی کی خاص عنایت ہے کہ ہمیں ایک بار پھر یہ مہینہ عنایت فرما کر ثواب اور برکتیں سمیٹنے کا موقع عطا فرمایا۔اپنی قربت کے حصول کے لیے ایک اور مہلت سے نوازا۔ہمیں گناہوں کی معافی مانگنے کا ایک اور سنہری موقع نصیب فرمایا۔وگرنہ ایسے بے شمار لوگ ہوں گے جو پچھلے رمضان میں زندہ تھے اور آج دُنیا میں نہیں ہیں۔ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ رمضان المبارک سایہ فگن ہونے کو ہوگا اور پھر چھا بھی جائے گا،لیکن ہم نہیں ہوں گے۔مہلت زیست ختم ہو چکی ہوگی۔ہم اس عالم سے عالم آخرت کی طرف کوچ کر چکے ہوں گے۔ہم قبروں میں دفن ہو چکے ہوں گے۔ہمیں کیا معلوم شائد یہی ہمارا آخری رمضان ہو۔لہٰذا ہمیں اِسے آخری رمضان سمجھ کر اِس سے بھرپور فائدہ اُٹھانا چاہیے۔اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ رمضان سے ہم کتنا فائدہ اُٹھاتے ہیں،اس کے اوقات کو کس طرح استعمال کرتے ہیں اور کس حد تک اس کی برکات سے استفادہ کرتے ہیں۔

فرمان نبویؐ کے مطابق رمضان میں ہر دن ایک پکارنے والا ندا لگاتا ہے کہ اے خیر کے طالب (نیکیوں میں) آگے بڑھ اور اے برائیوں کے طالب (گناہوں سے) باز آجا۔آیئے!اس پکار پر لبیک کہہ کر خیر اور بھلائی کے کاموں میں آگے بڑھیں،اِس میں ایک دوسرے سے مقابلہ کریں،اور بُرائی کے تمام راستوں کو خیر باد کہہ دیں۔اس بات کا پختہ عزم کریں کہ اس ماہ کو غنیمت سمجھ کر ایمانی وروحانی ترقی،اخلاقی بہتری اور نیکیوں میں آگے سے آگے بڑھیں گے،کیونکہ یہی ایک موقع ہے،پھر نہ جانے رمضان کے دن دیکھنے کو ملیں گے بھی یا نہیں۔

قابل غور بات یہ ہے کہ جس مہینے میں نفل فرض اور فرض 70 فرضوں کے برابر ہو،جس مہینے میں معمولی نیکی پر بڑا اجر ملتا ہو،جس مہینہ میں شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیے جاتے ہوں،جس مہینہ میں آسمان ،جنت اور رحمت کے دروازے کھول دیے اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہوں،جس مہینہ میں اللہ تعالیٰ ہر رات بے شمار لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیتا ہو،جس مہینہ میں روزہ دار کو ایک گھونٹ پانی یا ایک کھجور سے افطار یا سحری کرانے پر جنت کا وعدہ ہو،جس مہینہ میں روزہ دار کے منہ کی بو اور مسام کو اللہ تعالیٰ مشک سے بھی زیادہ پسند کرتا ہو،جس مہینہ میں ہر رات جنت کو مزین سے مزین کر کے سجایا جاتا ہو،جس مہینہ میں قرآن عظیم الشان جیسی بے مثل کتاب نازل ہوئی ہو اور جس مہینہ میں شب قدر جیسی عظیم رات پوشیدہ ہو،اگر ہم اس بارونق اور بابرکت مہینے سے غفلت برتیں تو یہ سراسر نادانی اور کفران نعمت ہے۔دوستو،اللہ کی رحمت جوش میں ہے۔مغفرت اور بخشش کے دروازے کھلے ہیں۔آیئے!اللہ کی رحمت میں پناہ لے کر اپنی بخشش کرائیں،اپنے روٹھے رب کو منائیں،تاکہ ہم پر دنیا و آخرت میں رحمتیں ہوں۔

بنگلہ دیشی حکومت اور عوام کو مبارک باد

بنگلہ دیش کو اسلامی ملک قرار دینے پر ہم وہاں کی حکومت اور عوام کو دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں

- بنگلہ دیش نے یہ مبارک قدم اُٹھا کر نہ صرف اندرا گاندھی کے اس دعوے کو غلط ثابت کر دیا ہے کہ بھارت نے نظریہ پاکستان کو خلیج بنگال میں ڈبو دیا ہے بلکہ ہمارے ملک کے ان عناصر کا منہ بھی ہمیشہ کے لیے بند کر دیا ہے جو پاکستان کی بنیاد دین اسلام کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں۔
- اگرچہ یہ فی الحال نام کی تبدیلی ہے لیکن حالات و واقعات اشارہ دیتے ہیں کہ پاکستان اور بنگلہ دیش بہت جلد حقیقی اسلامی ریاست کی صورت اختیار کر لیں گے۔
- بنگلہ دیش نے اگر اسلام کا نام اختیار کر کے اپنی اصل منزل کی طرف ایک قدم بڑھایا ہے تو ہم دعا کرتے ہیں کہ پاکستان بھی اپنی اصل منزل یعنی اُس حقیقی اسلامی نظام کی طرف بڑھنے میں دیر نہ کرے جس کا عملی مظہر دورِ خلافت راشدہ کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔

تنظیم اسلامی پاکستان

بانی تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ امیر تنظیم: حافظ عاکف سعید

67۔علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور، فون: 36366638

روزہ: کلام اقبال کی روشنی میں

حافظ محمد مشتاق ربانی

یوں تو علامہ اقبالؒ کی شاعری کثیر الجہتی ہے، جس میں فلسفہ کے دقیق مسائل سے لے کر عالمی سیاست تک کے موضوعات ملتے ہیں۔ لیکن دراصل ان کی شاعری کا مرکز ومحور اسلام ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ علامہ اقبال ایک ایسے دین دار گھرانے میں پیدا ہوئے، جس میں نیکی اور پرہیزگاری کی اعلیٰ اقدار تھیں۔ اُن کے والد انتہائی متقی شخص تھے اور ان کی والدہ صوم وصلوٰۃ کی پابند خاتون تھیں۔ پرہیزگار و نیک والدین کے علاوہ انہیں اسلامی روایات کے پابند استاد میر حسن کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی لیے وہ اپنی شاعری میں اسلام کے ابتدائی ارکان نماز روزے کا خاص طور پر ذکر کرتے ہیں۔

علامہ اقبال نے مسلمانوں کو جو فلسفہ خودی دیا، اس کی تربیت کے لیے انہوں نے مندرجہ ذیل تین مدارج بتائے ہیں:

1 اطاعت
2 ضبطِ نفس
3 نیابتِ الٰہی

اطاعت سے ان کی مراد اطاعت رسولؐ ہے، جیسے فرمایا: ''از حدودِ مصطفیٰ بیروں مرو'' (اور رسول اللہ ﷺ کی حدوں سے باہر نہ جا)۔ خودی کی تربیت کا دوسرا درجہ ضبطِ نفس ہے جس کے لیے حضرت علامہ نے مختلف ذرائع بتائے۔ اس سلسلے میں ارکان اسلام کے ایک ایک رکن کا ذکر کیا۔ روزے کے متعلق اسرار خودی میں فرمایا ؎

روزہ بر جوع و عطش شبخوں زند
خیبرِ تن پروری را بشکند

''روزہ بھوک پیاس پر شبخون (رات کا حملہ) مارتا ہے اور تن پروری کے قلعوں کو توڑ دیتا ہے۔''

پھر اقبال خودی کی تربیت کے لیے انسان کو اللہ تعالیٰ کی نیابت کی دعوت دیتے ہیں۔ جیسے فرمایا: ع

نائب حق در جہاں بودن خوش است

''دنیا میں خداوند کا نائب ہونا بہت اچھا ہے۔''

انسان کو ''خلیفہ'' قرار دیا گیا، جس کا کام دنیا میں احکاماتِ الٰہی کی تنفیذ ہے۔

بانگ درا میں علامہ اقبال کی ایک نظم ''نصیحت'' ہے، جو انہوں نے انجمن حمایت اسلام کے اجلاس (اپریل 1911ء) میں ''شکوہ'' سے پہلے پڑھی تھی۔ پھر کچھ ترمیم کے بعد 1911ء کے ''مخزن'' میں ''قطعہ'' کے عنوان سے شائع کرائی۔ اس نظم میں مسلمانوں کے غلط کار لیڈروں کا خاکہ پیش کرتے ہوئے ان کے کئی نقائص بیان کیے گئے ہیں، جیسے:

☆ نماز و روزہ کی عدم پابندی
☆ ریاکاری، جھوٹ اور خوشامد
☆ حکومت کے ہر اقدام کی تعریف
☆ پُر پیچ پالیسی
☆ دنیوی ترقی کی حرص کو خدمت دین کا لبادہ پہنانا
☆ وعظ سن کر ریاکاری سے آنسو بہانا
☆ اخباروں کو کچھ دے دلا کر اپنے ہاتھ میں رکھنا اور اپنے حق میں مضمون لکھوانا۔

یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ ان نقائص کے بیان میں اقبال نے سب سے پہلے مسلمان حکمرانوں کا نماز و روزہ کی پابندی نہ کرنے کا ذکر کیا۔ فرماتے ہیں ؎

میں نے اقبال سے از راہ نصیحت یہ کہا
عاملِ روزہ ہے تو اور نہ پابند نماز

اس شعر میں اقبال بظاہر اپنے آپ سے مخاطب ہیں لیکن حقیقت میں یہاں مسلمانوں کے نام نہاد لیڈروں کا خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

علامہ اقبال نظم ''شکوہ'' میں اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہوتے ہیں کہ ہم مسلمانوں نے دنیا سے باطل کا خاتمہ کیا، اسے ظلم سے نجات دلائی، خانہ کعبہ کو آباد کیا اور قرآن حکیم سے اپنا تعلق جوڑا، پھر بھی اے اللہ! تجھے ہم مسلمانوں سے شکایت ہے کہ ہم نے وفاداری نہیں کی۔ اس پر پھر اقبال ''جوابِ شکوہ'' میں کہتے ہیں کہ یہ کام جو تم بتاتے ہو، یہ تمہارے آباء واجداد کرتے رہے، تمہاری حالت تو یہ ہے کہ تمہارے لیے فجر کی نماز کے لیے اُٹھنا دشوار ہے اور رمضان کی پابندی تمہارے لیے گراں ہے۔ اقبال اللہ تعالیٰ کی زبانی فرماتے ہیں ؎

کس قدر تم پر گراں صبح کی بیداری ہے
ہم سے کب پیار ہے؟ ہاں نیند تمہیں پیاری ہے
طبعِ آزاد پہ قیدِ رمضان بھاری ہے
تمہیں کہہ دو یہی آئینِ وفاداری ہے

یہاں ''طبع آزاد'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو کسی ضابطے کے پابند نہیں سمجھتے اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور نماز کی ادائیگی اور روزہ کی پابندی کو اپنے لیے مشکل سمجھتے ہیں۔ علامہ اقبال اس بات پر بہت زور دیتے ہیں کہ نماز و روزہ اور حج و قربانی کو رسمی طور پر پورا کر لینا کافی نہیں بلکہ ان عبادات کا مقصد یہ ہے کہ ان کے اثرات کو اپنی شخصیت کے اندر جذب کرنے کی کوشش کی جائے۔ فرماتے ہیں ؎

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل، وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے
(بالِ جبریل)

اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو بنیادی طور پر ان تمام عبادات کا فلسفہ تقویٰ و پرہیزگاری ہے۔ روزے کے بارے میں خاص طور پر فرمایا گیا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾﴾ (البقرہ)

''اے اہل ایمان! تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔''

تقویٰ کو اپنی شخصیت کی آرائش اور خوبصورتی کے لیے استعمال کیا جائے، اسی میں ہماری بقا ہے، ورنہ ہم اپنا حقیقی مقام و مرتبہ کھو دیں گے۔ پس روزہ خودی کی تربیت کے لیے ایک اہم ذریعہ ہے، جس کی مسلمان عوام اور خواص سب کو پابندی کرنی چاہیے، تاکہ وہ اپنی شخصیت کو مضبوط بنا سکیں۔ افسوس اگر آج عام مسلمان روزہ رکھتے بھی ہیں تو ان میں روزے کی روح (تقویٰ) کا فقدان ہے۔

روحانی خاندان

ڈاکٹر الیاس احمد
(ناظم تربیت حلقہ کراچی جنوبی)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ صاحب کے دروس سن کر لوگوں کی ایک بڑی تعداد تنظیم اسلامی میں شامل ہو رہی ہے۔ یہ نہایت قیمتی رفقاء ہیں جو بہت جوش و جذبہ کے ساتھ دینی فرائض کی ادائیگی کے لئے تنظیم میں شمولیت اختیار کرتے ہیں۔ تنظیم اسلامی میں اِن رفقاء کی تعلیم و تربیت اور دینی رہنمائی کا بنیادی ذریعہ اسرہ جاتی نظام ہے۔ اسرہ کیا ہے؟ ایک روحانی خاندان۔ یہ اگر فعال ہو اور پوری روح کے ساتھ اجتماعِ اسرہ پابندی سے منعقد ہوتا ہو تو نئے رفقاء بھی فعال رہتے ہیں، ورنہ بہت جلد مایوس ہو کر غیر فعال ہو جاتے ہیں۔

اسرہ کی اہمیت وافادیت کے حوالے سے نظم بالا کی جانب سے ہمیں تسلسل کے ساتھ ہدایات دی جاتی ہیں اور اپنے تجربات کی بنیاد پر ہم خود بھی اِس سے خوب واقف ہیں۔ بیرونی حالات وواقعات چاہے وہ ملکی ہوں یا بین الاقوامی، اِس بات کی دلیل ہیں کہ کوئی بھی تحریک، خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی، دینی ہو یا دنیوی، اُس وقت تک کامیابی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتی جب تک اُس کے چھوٹے یونٹ اپنی حدود میں متحد و منظم، اپنی ذمہ داریوں سے مکمل طور پر آگاہ، ایک مثالی خاندان کے افراد کی طرح آپس میں مخلص اور سمع وطاعت (Listen and Obay) کے اصول پر سختی سے کاربند نہ ہوں۔ گویا دینی مقاصد کے حصول کی مثبت جدوجہد کے لیے ایک فعال اسرہ نہایت ضروری ہے۔ اس موقع پر اُن چند باتوں کی یاددہانی اور وضاحت کرنا مقصود ہے کہ جن پر عمل کر کے اسرہ اور اجتماعات اسرہ کو کارآمد اور کامیاب بنایا جا سکتا ہے۔

اپنے اسرہ کو اولیت و فوقیت دیں۔ جس طرح آپ اپنے حقیقی خاندان کے مسائل میں دلچسپی لیتے ہیں اور اس کے لیے اپنے وسائل استعمال کرتے ہیں، اِسی طرح کا رویہ اپنے اس روحانی خاندان میں بھی اپنائیں۔ جس طرح ہم اپنے گھر اور اپنے خاندان کو own کرتے ہیں اور اپنے گھر والوں میں کمزوریاں ہونے کے باوجود سے ترکِ تعلق نہیں کرتے، ان سے رشتہ نہیں توڑتے، اسی طرح ہمیں اپنے اسرہ کو بھی own کرنا چاہیے اور رفقاء و نقیب کی ذاتی کمزوریوں کے باوجود اللہ کی رضا کی خاطر ان سے محبت واحترام اور اپنائیت کا رشتہ برقرار رکھنا چاہیے۔ ہر نقیب کو سمجھنا چاہیے کہ وہ اس روحانی خاندان کا سربراہ ہے۔ اس کا رفقاء سے تعلق ایک شفیق سرپرست کا سا ہونا چاہیے۔ وہ تمام رفقاء کے ساتھ محبت ونرمی والا معاملہ اس انداز میں روا رکھے جیسے اپنے چھوٹے بھائیوں اور اولاد کے ساتھ ہوتا ہے۔ کمی و کوتاہی پر درگزر کرنا اپنے لیے لازم سمجھے اور طنز وتشنیع کا رویہ ہرگز ہرگز نہ اپنائے۔ اس کے ساتھ ساتھ رفقاء بھی اپنے اوپر لازم کرلیں کہ انہیں اپنے نقیب کو اپنے سرپرست کا مقام دینا ہے اور حتی الامکان اس کی بات ماننی بھی ہے اور اس سے تعاون بھی کرنا ہے۔ اسی طرح رفقاء آپس میں بھی محبت والفت اور عفو و درگزر کے جذبے پر عمل کریں۔

اجتماع اسرہ میں شرکت صرف بیعت کا تقاضا یا ذمہ داری ہی نہیں، ہماری ایک بہت بڑی ضرورت بھی ہے۔ جس طرح میڈیکل کالج میں داخلہ مل جانے سے آدمی ڈاکٹر نہیں بن جاتا بلکہ اسے خود محنت کر کے امتحانات پاس کرنے پڑتے ہیں، بالکل اسی طرح محض بیعت کر لینے سے ہمارے دینی فرائض ادا نہیں ہو جاتے بلکہ ہمیں خود محنت کر کے انہیں ادا کرنا ہے۔ اجتماع اسرہ ہمیں اقامت دین کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے سمع وطاعت کے نظم کا خوگر بھی بناتا ہے۔ اسی کے ذریعہ نہ صرف ہم خود دین پر عمل کرنا سیکھتے ہیں بلکہ دین کو دوسروں تک پہنچانے کے فریضہ کی ادائیگی کی تربیت بھی حاصل کرتے ہیں۔ اگر ہم واقعی آخرت کی کامیابی کو دنیا کی کامیابی پر ترجیح دیتے ہیں تو ہمیں اپنی ذاتی و کاروباری مصروفیات پر اجتماع اسرہ کو ترجیح دینی چاہیے۔ اخروی کامیابی کے لئے اپنے ذاتی و کاروباری معاملات میں سے اجتماع اسرہ کے لئے باقاعدگی سے وقت نکالنا چاہیے۔

اپنے اس روحانی خاندان کی بہتری اور ترقی کے لیے سوچنا اور اس بارے میں مشورے و تجاویز دینا ہر رفیق اپنی ذمہ داری سمجھے۔ خاص طور پر اجتماع اسرہ میں بہتری سے متعلق سوچتے رہنا چاہیے۔ مثلاً اجتماع اسرہ کس دن، کہاں اور کس وقت ہو۔ کون تذکیر بالقرآن کرے، کون تذکیر بالحدیث کرے، رفقاء کے دینی شعور اور عمل میں بہتری کیسے لائی جائے۔ ہم میں اور ساتھیوں میں اگر کچھ کمزوریاں ہیں تو ان کی اصلاح کیسے کی جائے وغیرہ۔ اسرہ کے پروگرام میں جو بھی کمزوری یا قابل توجہ پہلو محسوس ہو، اس کے بارے میں توجہ دلائیں اور اس معاملے کا خیالات کے تبادلے کے ذریعے حل نکالنے کی کوشش کریں۔ ایک دوسرے کے مشاہدات و تجربات کے ذریعے ہم بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں اور اپنے معاملات کو بہتر انداز میں آگے بڑھا سکتے ہیں۔

ہر رفیق کو چاہیے کہ وہ اسرہ پروگرام میں عملاً حصہ لینے کی کوشش کرے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں اور اچھے انداز میں کر سکتے ہیں لیکن اپنی طبعی جھجک یا مواقع نہ ملنے کے سبب نہیں کر پاتے۔ یاد رکھیے، ہر فرد میں خالقِ کائنات نے صلاحیتیں رکھی ہے۔ یہ ہمارا کام ہے کہ اپنی صلاحیتوں کو پہچانیں اور ان کا مثبت استعمال کرنے کی کوشش کریں۔ اسرہ ہمیں یہ مواقع فراہم کرتا ہے۔ لہٰذا ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم اسروں کے اجتماعات میں عملی طور پر بھرپور حصہ لیں۔ اگر ہمیں داعی بننا ہے اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا ہے تو اس کی بہترین مشق اجتماع اسرہ میں تذکیر بالقرآن یا دیگر پروگرامات کر کے کی جاسکتی ہے۔ اسرہ میں چند ساتھیوں کے سامنے بولنے سے جھجک دور ہو جاتی ہے، غلطیوں کی نشاندہی ہوتی ہے، فکر وخیال کی اصلاح ہوتی ہے اور بہتر انداز سے دین کی دعوت پیش کرنے کی مشق ہوتی ہے۔

ہم میں سے جس کسی کو بھی اسرہ میں کوئی ذمہ داری دی جائے تو وہ بھرپور تیاری کر کے اس ذمہ داری کو ادا کرے۔ اسی وقت بس کتاب کھول کر پڑھ دینے سے ساتھیوں میں بددلی اور عدم دلچسپی پیدا ہوتی ہے اور اسرہ کا اجتماع وقت کا ضیاع محسوس ہوتا ہے۔ جبکہ ایک ساتھی کی محنت اور تیاری سے باقی رفقاء کے اندر بھی ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے اور انہیں اپنے وقت کا اچھا مصرف محسوس ہوتا ہے۔ بھرپور تیاری کے لیے ممکنہ ذرائع استعمال کیے جاسکتے ہیں جیسے کتب، CD's، انٹرنیٹ، انجمن اور تنظیم کی ویب سائٹس سے استفادہ وغیرہ۔ اسی طرح اسرہ کے دیگر رفقاء، نقیب، مقامی امیر، تنظیمی مدرسین واساتذہ سے بھی رہنمائی لی جاسکتی ہے۔

ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ اجتماع اسرہ کا ماحول خوشگوار رہے۔ ہماری ذات سے کسی رفیق کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ ہمارا رویہ کسی رفیق کے لئے خفگی یا تناؤ کا باعث نہ بنے۔ مطلوب تو یہ ہے کہ اسرہ میں شامل رفقاء کا باہمی رویہ محبت بھرا اور پُرخلوص ہو۔ کسی بھی معاملے میں گفتگو کے دوران ایک دوسرے کی بات نہایت توجہ، ہمدردی اور خاموشی سے سنیں۔ غیر ضروری بحث اور کٹ حجتی سے اجتناب کریں۔ اسرہ پروگرام کے دوران اپنا موبائل فون بند کردیں، تاکہ پوری توجہ سے پروگرام میں شامل رہیں اور اس کے فیوض و برکات سے بھرپور فائدہ حاصل کرسکیں۔ اگر مجبوراً موبائل فون آن رکھنا پڑے تو سائلنٹ موڈ پر رکھیں اور اگر کوئی اہم فون آ ہی جائے تو نقیب سے اجازت لیں اور مختصر بات کر کے فون بند کردیں۔

اسرہ کے اجتماع میں پابندی سے شرکت کو خصوصی اہمیت دیں، بالکل اسی طرح جیسے ہم اپنی نہایت اہم کاروباری میٹنگ کو دیتے ہیں۔ یاد رکھیں، کاروباری میٹنگ اگر دنیا کے عارضی فوائد کے حصول کے لیے اہم ہوسکتی ہے تو اسرہ میٹنگ آخرت کے دائمی اجر کی حامل ہوتی ہے۔ اس حوالے سے اسرہ میٹنگ کی اہمیت کو اپنے دل پر نقش کرلیجیے۔ اپنی آسانی کے لیے درج ذیل باتوں پر عمل کرنے کی ٹھان لیجیے:

i- اپنی ذاتی مصروفیات پر اجتماع اسرہ کو ترجیح دیجیے۔ عموماً اجتماع اسرہ کے لیے دن اور وقت پہلے سے مقرر ہوتا ہے اس لیے ان اوقات میں کوئی دوسری مصروفیات طے نہ کیجیے۔

ii- سستی، تھکاوٹ، معمولی بیماری و سردرد یا کسی ذاتی مصروفیت کو اجتماع اسرہ میں غیر حاضری کی وجہ نہ بننے دیں۔ اگر آپ نے باوجود کسی عذر کے اسرہ کے اجتماع میں شرکت کی تو اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی سے امید ہے کہ آپ کو کئی گنا زیادہ اجر عطا ہوگا۔

نقباء و رفقاء، ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اجتماعاتِ اسرہ کے لیے وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھیں۔ اسرہ پروگرام کا آغاز و اختتام طے شدہ وقت کے مطابق ہونا، نقیب کی ترجیحات میں شامل ہونا چاہیے۔ دیر سے آنے والے رفقاء کے انتظار میں اجتماع اسرہ کے آغاز میں تاخیر نہ کریں۔ اسی طرح اجتماع اسرہ میں غیر معمولی طوالت سے پرہیز کریں۔ اس کے لیے ہر نقیب کو اسرہ پروگرام میں شامل ہر ایک جزو کی، وقت کے اعتبار سے ترتیب بنالینی چاہیے اور رفقاء کو بھی اس امر کا خیال رکھنا چاہیے۔

کسی خاندانی تقریب میں اگر کوئی فرد شریک نہ ہو پا رہا ہو تو وہ پہلے سے اطلاع کر دیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوسکے تو خاندان کے دیگر افراد کو فکر ہوتی ہے اور وہ مختلف ذرائع سے (ٹیلیفون یا ذاتی رابطہ) اس کی خیریت دریافت کرتے ہیں۔ اسرہ کے رفقاء سے بھی باہم یہی جذبہ مطلوب ہے۔ اگر کوئی رفیق کسی اجتماع اسرہ میں شریک نہ ہوسکے تو نقیب کو پیشگی اطلاع دے۔ اسی طرح اگر کوئی رفیق بغیر کسی اطلاع کے غیر حاضر ہو تو نہ صرف نقیب بلکہ دیگر رفقاء بھی حسب سہولت (بذریعہ ٹیلیفون یا ذاتی رابطے) سے اُس کی خیریت دریافت کریں، اُن کے مسائل میں دلچسپی لیں اور ان کے لیے دعا کریں۔ اسرہ کے اجتماع کے علاوہ بھی آپس میں ملاقات کرنے کی کوشش کیا کریں۔ ان شاء اللہ اس سے باہمی تعلق، قربت اور اپنائیت میں اضافہ ہوگا۔ کبھی کبھی اجتماع اسرہ کے بعد رفقاء کا ساتھ مل کر کھانا بہت مفید رہتا ہے۔ اس سے آپس کی قربت و محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے مسائل کو سمجھنے اور انہیں حل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اس ضمن میں یہ احتیاط مدنظر رہے کہ کہیں اسراف نہ ہو، کہیں کوئی رفیق زیر بار نہ ہوجائے یا کہیں اسرہ کا اجتماع کھانے پینے کی محفل کا رنگ ہی نہ اختیار کرجائے۔

❁❁❁

خلافت فورم

☆ پاکستان 14 اگست 1947 کو معرض وجود میں آیا، جو ستائیس رمضان المبارک بھی تھا' لیکن پاکستان کی تمام حکومتوں نے 14 اگست کو ہی یوم آزادی منانے کو ترجیح دی۔ آپ اس کو کیسے دیکھتے ہیں؟

☆ تحریک پاکستان کا بنیادی محرک دینی جماعتیں اسلام کو اور سیکولر جماعتیں ہندو اکثریت کے معاشی غلبہ کو قرار دیتی ہیں۔ آپ کے نزدیک صحیح تر موقف کیا ہے؟

☆ 23 مارچ 1940 کو منظور ہونے والی قرارداد لاہور جسے متعصب ہندو پریس نے قرارداد پاکستان بنا دیا، اس قرارداد میں پاکستان کا نام موجود نہیں بلکہ Muslim States کا لفظ ہے تو کیا 1940 تک مسلم لیگ نے پاکستان حاصل کرنے کا حتمی فیصلہ نہیں کیا تھا؟

☆ 11 اگست 1947 کی قائداعظم کی تقریر کو ہمارے ہاں کا سیکولر طبقہ بڑا اچھالتا ہے۔ اور اس کا مفہوم یہ نکالتا ہے کہ قائداعظم پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست نہیں بلکہ ایک سیکولر ریاست بنانا چاہتے تھے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

☆ جمعیت العلماء اسلام ہند اور جماعت اسلامی سمیت اکثر دینی جماعتوں نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی تو کیا دینی جماعتوں کو مسلمانانِ ہند کا مفاد عزیز نہیں تھا؟

ان سوالات کے جوابات تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ
www.tanzeem.org "خلافت فورم" میں دیکھئے

مہمانِ گرامی: **ایوب بیگ مرزا** (ناظم نشر و اشاعت)

میزبان: **وسیم احمد**

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء و تجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش: شعبہ سمع و بصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

پاکستان کی موجودہ صورتحال اور قومی لائحہ عمل

یہ خون ناحق کیوں بہایا جا رہا ہے؟ اسے کون روکے گا؟

ظہور الحسن قادری

یہ کیسی ایٹمی قوت ہے کہ جو اپنے گھر کی حفاظت کرنے پر بھی قادر نہیں؟ جب تک باشعور عوام اور محب وطن سیاست دان عالمی سیاسی حالات کا کامل ادراک کرتے ہوئے مشترکہ سوچ کے ساتھ آگے نہیں بڑھیں گے، اہلِ پاکستان عالمی استعمار یہود و نصاریٰ و ہنود کی سازشوں اور ظلم و ستم کا نشانہ بنتے رہے گے۔

ایک عرصہ سے یہ خون ناحق کیوں بہایا جا رہا ہے؟ اسے کون روکے گا؟

- کبھی محمد صلاح الدین جیسے بہادر صحافی کو شہید کر دیا جاتا ہے
- کبھی خدمت خلق کا عظیم فریضہ ادا کرنے والے فرشتہ سیرت انسان حکیم محمد سعید کو بے دردی سے شہید کر دیا جاتا ہے
- کبھی 12 مئی کو کراچی میں دانشور وکلاء برادری اور عوام کو زندہ جلا دیا جاتا ہے
- کبھی 12 ربیع الاوّل کے مبارک دن کراچی میں پوری اہل سنت والجماعت کی سیاسی قیادت کو بموں سے اڑا دیا جاتا ہے
- کبھی پاکستان کی اعلیٰ عدلیہ کی قیادت کو برخاست کر کے ذلیل اور رسوا کیا جاتا ہے اور پھر ضمیر فروش ججز کے ذریعے نظام عدل کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔
- کبھی یومِ عاشورہ کے مقدس دن کراچی میں بم دھماکے سے شیعہ سنی فسادات بھڑکانے کی سازش کی جاتی ہے اور اس پر ظلم عظیم یہ کہ اس دھماکہ کی آڑ میں کراچی کی مارکیٹوں کو آناً فاناً جلا کر راکھ کر دیا جاتا ہے اور اربوں روپے مالیت کا سامان جل کر تباہ ہو جاتا ہے۔

مجرموں کو پکڑنے کے لیے پولیس ہے نہ ہی رینجر۔ یہ کیا تماشا ہو رہا ہے؟ پھر یہ تماشا کہ ایک سانحہ کے بعد دوسرے سانحہ کا انتظار کیا جاتا ہے۔ کوئی تحقیقات ہوتی ہیں اور نہ ہی مجرموں کو پکڑ کر عبرت ناک سزا دی جاتی ہے، تاکہ آئندہ عبرت حاصل ہو۔ چند دن غیر متعلقہ اور مشتبہ افراد کو پکڑ کر ٹی وی پر دکھایا جاتا ہے، پھر کامل خاموشی ہو جاتی ہے۔ پھر دوسرا سانحہ ہو جاتا ہے اور پچھلے سانحہ کی تحقیقات داخل دفتر ہو جاتی ہیں۔ یہ ناٹک گزشتہ عہد مشرف میں ہوتا رہا اور اب تین سال سے اسی ناٹک کو موجودہ مرکزی حکومت نے بھی جاری رکھا ہوا ہے۔ یہ حکومت بھی گزشتہ حکومت کا ہی چربہ ہے۔

آج تک کسی سانحہ کی تحقیقات سے کبھی قوم کو آگاہ نہیں کیا گیا۔ بس چند لمحے مگرمچھ کے آنسو بہا کر، دجل و فریب کی زبان ہلا کر ہمدردی کا مظاہرہ کر دیا جاتا ہے اور بس! ان سانحات میں اس ملک کی تمام خفیہ ایجنسیوں کی غفلت شامل ہے۔ ورنہ امریکہ یا کسی ملک میں ایک بھی سانحہ ہو جائے تو روزانہ اس واقعہ کی تشہیر کر کے مسلمانوں کے خلاف آسمان سر پر اُٹھا لیا جاتا ہے۔ نائن الیون کا واقعہ کئی سال پہلے ہوا۔ پھر وہاں اور کوئی واقعہ نہ ہوا۔ مگر اسی نائن الیون کے واقعہ کا بار بار تذکرہ کیا جاتا ہے۔

26 نومبر 2008ء کو ممبئی (انڈیا) میں دہشت گردی کا سانحہ ہوا۔ پھر کوئی نہ ہوا۔ مگر انڈیا کے ذرائع ابلاغ نے پورا سال اپنے میڈیا اور اخبارات میں شور مچایا کہ اس میں پاکستان کی آئی ایس آئی اور لشکر طیبہ کے سربراہ حافظ محمد سعید اور ان کے ساتھی ملوث ہیں اور ہمارے حکمرانوں نے مقبوضہ کشمیر میں 30 سال سے لڑنے والے حریت پسندوں کو پکڑ کر امریکہ کے کہنے پر جیل میں ڈال کر مقدمہ دائر کر دیا اور سال کے بعد اس سانحہ میں زندہ بچ جانے والے اجمل قصاب نے سرے سے ہی اپنے ملوث ہونے سے عدالت میں انکار کر دیا اور کہا کہ وہ انڈیا میں روزی کمانے، فلموں میں کام کرنے گیا تھا اور اسے ''را'' نے واقعہ سے 2 ماہ قبل گرفتار کیا تھا۔ پھر اس پر تشدد کر کے جھوٹا بیان لے لیا۔ ممبئی کا سانحہ ہندو انتہا پسند دہشت گردوں کا سازشی منصوبہ تھا جسے بڑی ہوشیاری سے تیار کیا گیا، جیسے نائن الیون کا ڈراما اسٹیج کیا گیا تھا کہ از خود ٹاورز کی تہہ میں دھماکہ خیز مواد سے دھماکہ کر کے ٹاورز کو گرایا گیا اور اس کا الزام اسامہ کی تنظیم القاعدہ پر لگا کر افغانستان پر قبضہ کیا گیا یا جیسے وسیع تباہی کے ہتھیاروں کی موجودگی کا ڈراما رچا کر عراق پر قبضہ کر کے عراقی صدر صدام حسین کو اپنے ایجنٹوں کے ذریعے پھانسی پر چڑھایا اور اب ایران کے خلاف جھوٹے الزامات لگا کر پابندیاں لگانے اور ملک میں فسادات کے ذریعے حکومت تبدیل کرنے کے بہانے تلاش کر رہا ہے۔

ہمارے ہاں روزانہ کا ربم دھماکے اور خودکش دھماکے ہو رہے ہیں۔ قتل و غارت اور املاک کی تباہی ہو رہی ہے۔ مگر تحقیقات اور اُن کا تدارک ندارد؟ حکمران ہر سانحہ ہونے کے بعد کہتے ہیں یہ تو جی روزمرہ کا معمول ہے۔ ساری دنیا میں ہو رہے ہیں۔ ہم کیسے تحقیقات کریں؟ کتنے ''سروں'' کی تحقیقات کریں۔ نادرا کے پاس اس ''غیر مرئی'' مخلوق کا ریکارڈ ہی نہیں ہے۔ یاد رکھیں! موجودہ صورتحال اس وقت تک جوں کی توں رہے گی جب تک پوری قوم کا دانشور طبقہ، پروفیسر حضرات، ڈاکٹر حضرات، وکلاء برادری، محبّ وطن سیاسی رہنما، ایکس سروس آرمی افسران، خوف خدا سے لبریز وارثان انبیاء کے قائدین، قوم کی حقیقی رہنمائی کا فریضہ انجام نہیں دیں گے اور اپنی نسلوں کی بقا کا نہیں سوچیں گے۔ ہم ان ہولناک قیامت خیز سانحات سے دوچار ہوتے رہیں گے اور اپنے پیاروں کو آگ میں جلتا دیکھ کر چلاتے رہیں گے اور ہمارے حکمران اقتدار کے مزے لوٹتے رہیں گے۔

تدارک کیونکر ممکن ہے؟

ملک کے دردناک حالات اور عالمی سازشوں سے قوم کو آگاہ کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ تحریر و تشہیر کے ذریعے ہر محبّ وطن تنظیم اور ادارہ میدان عمل میں نکلے اور احساس ذمہ داری کا مظاہرہ کرے۔ ''بروشر مہم'' کے ذریعے ہر پڑھے لکھے پاکستانی کو شعور دے۔ کیونکہ ہر آدمی معاشی بدحالی کی وجہ سے اخبار خرید نہیں سکتا۔ مہنگائی کے طوفان نے اہل علم متوسط طبقہ کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ لاکھوں کی آبادی میں چند سو افراد اخبار خریدتے ہیں، جو اُسے پڑھ کر ردی میں پھینک دیتے ہیں۔ اس لیے فلاحی تنظیمیں، دینی ادارے چھوٹے چھوٹے بروشر اور پمفلٹ کے ذریعے فکر انگیز مضامین

شائع کر کے اپنی اپنی تنظیم کے ذریعے عوام میں پھیلا دیں۔ محض اخبار میں کالم شائع کرنے پر اکتفا نہ کریں۔ تمام دینی جماعتیں، محبِ وطن سیاسی جماعتیں، رفاہی تنظیمیں مربوط تشہیری پالیسی بنا کر تعمیری جذبہ پیدا کرنے والے افکار و خیالات و جذبات پر مبنی تحریریں شائع کر کے مفت تقسیم کریں۔ ہر تنظیم اپنی ساکھ بنانے کے لیے یہی حربہ استعمال کرتی ہے اور آج تو ملک کی بقا کا مسئلہ درپیش ہے۔

تشہیری مہم کا لائحہ عمل

1۔ کسی قوم کی تعمیر کا ذریعہ تعلیم ہے اور تعلیم کے فروغ میں بنیادی کردار اساتذہ کرام اور کالجوں کے پروفیسرز حضرات کا ہے۔ اساتذہ اپنی اپنی تنظیموں اور پروفیسرز حضرات کالجوں کی نوجوان نسل میں ملک کے لیے قربانی کا جذبہ بیدار کرنے کے لیے تیاری کریں، انہیں نظریۂ پاکستان کی حقیقت سے آگاہ کریں اور قیام پاکستان کے حقیقی مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے نوجوانوں کی تربیت کریں۔

2۔ دینی تنظیمات بھی عالمی تناظر میں حالات پر گہری نظر رکھیں۔ محض درسی کتب پڑھانے تک اب اپنے آپ کو محدود نہ کریں بلکہ جدید الیکٹرانک میڈیا اور تشہیر کے ذریعے اسلام کے حقیقی پیغام اخوت اور رواداری کا احساس اجاگر کریں۔ اپنے اپنے ماہانہ رسالوں میں حالاتِ حاضرہ پر اہلِ ایمان کو آگاہی اور شعور نو دیں۔ صرف محدود سوچ پر مبنی دینی نسل تیار نہ کریں بلکہ قدیم و جدید علوم سے آراستہ نوجوان قیادت تیار کریں۔

3۔ اسلام کے انقلابی کردار کو اجاگر کرنے والی دینی سیاسی جماعتیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مالی وسائل سے نوازا ہے وہ اس ''بروشر تشہیری'' مہم میں تحریک پاکستان کی طرح میدانِ عمل میں نکلیں اور مشترکہ پلیٹ فارم کے ذریعے پوری قوم کو سیاسی طور پر یکسو کریں۔ اگرچہ اپنے اپنے پلیٹ فارم سے اب بھی یہ کام ہو رہا ہے، مگر مشترکہ سوچ اور مربوط طریقے سے باہم متحد ہو کر یہ کام کیا جائے تو اس ملک خداداد کو اسلام کے حقیقی نور سے روشن کیا جا سکتا ہے۔ انفرادی کاوشوں سے یہ منزل حاصل نہ ہو سکے گی۔ قائدینِ انقلابِ اسلامی مشترکہ جدوجہد سے کام کو ترتیب دیں۔ نیز یہ تشہیری مہم مسلکی عقائد کی سوچ و فکر سے بالاتر ہو کر کرنا ہوگی۔ یہ تشہیری مہم فوری اہمیت کی حامل ہے۔

اپنے اپنے تنظیمی پروگرام کو اپنی سطح پر جاری و ساری رکھیں مگر عالمی تناظر میں اجتماعی طور پر ایک موثر تھنک ٹینک تشکیل دے کر پوری قوم کو بھی متحد کریں۔ یہ وقت کی اشد ضرورت ہے اور جن عالمی سازشوں کے نرغے میں ہمارے اقتدار پرست سیاست دان اور فوجی قیادت پھنس چکی ہے، اُن سے انہیں کم از کم مسلسل دو سال تک شب و روز متواتر کاوشوں سے ہی نکالا جا سکتا ہے۔

ملک میں آج مساجد محفوظ ہیں، نہ دفتر، نہ مارکیٹیں، نہ تعلیمی ادارے، حتیٰ کہ خود ملک کی حفاظت کرنے والے سیکیورٹی ادارے تک محفوظ نہیں ہیں۔ پی این ایس مہران پر حملہ اس کی نمایاں مثال ہے۔ پھر قوم کیسے محفوظ رہ سکتی ہے؟ عالمی شاطر استعمار نے، اسلام دشمن لبرل طبقے نے، اغیار کے ایجنٹوں نے، بے ضمیر زر پرست سیاست دانوں نے مکروہ شیطانی لوٹ مار، قتل و غارت اور دہشت گردی کا میدان گرم کر رکھا ہے اور یہ ایک طویل پلاننگ کے ساتھ کیا ہے۔ لہٰذا وہ آسانی کے ساتھ اسے ختم نہیں ہونے دیں گے۔ لیکن اگر قوم کے محبِ وطن لوگ کامل عزم و استقامت کے ساتھ جدوجہد کریں تو بالآخر کامیابی و کامرانی اہلِ ایمان کا ہی مقدر ہے اور یہ اسلام اور پاکستان دشمن بالآخر اپنی موت آپ مر جائیں گے، جو ایک عرصہ سے یہ شیطانی فعل انجام دے رہے ہیں۔

یاد رہے کہ ہر مرتبہ انتخابات کے موقع پر استعمار پرست، زر پرست اور اقتدار پرست سیاستدان قوم کو جھوٹے نعرے، جھوٹے لارے دے کر اقتدار پر قبضہ کر لیتے ہیں اور پھر استعمار کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال کر عالمی سرمایہ دارانہ سودی نظام کے کرتا دھرتا یہودی ادارے IMF، ورلڈ بنک کے شکنجے میں دے کر پوری قوم کو معاشی بدحالی کا شکار بنا دیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ بجلی، گیس اور پٹرول کی قیمتوں میں اضافہ IMF کے ساتھ معاہدے کے مطابق ہے۔ آخر قوم کے دانشور اس دجل و فریب کا پردہ چاک کیوں نہیں کرتے؟

امید واثق ہے کہ اہلِ درد، وارثانِ انبیاء، اساتذہ و عظیم دانشور وکلاء برادری، ریٹائرڈ فوجی اعلیٰ عہدہ داران موجودہ صورتِ حال کو بدلنے کے لیے اپنی تمام تر خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اس مملکتِ خداداد کی تعمیر و بقا کا فریضہ انجام دے کر سرخرو ہوں گے۔ ان شاء اللہ

☆☆☆

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں — تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اگست، ستمبر کا مشترکہ شمارہ شائع ہو گیا ہے

اہم مضامین

اسلام: بنگلہ دیش کا سرکاری مذہب	ایوب بیگ مرزا
روزہ: آفاقیت، احکام، فضائل اور جدید فقہی مسائل	حافظ محمد زاہد
اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ	عتیق الرحمٰن صدیقی
ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا تفسیری منہج	ڈاکٹر سید سلمان ندوی
تاریخ کی قرآنی تعبیر	سراج منیر (مرحوم)
تحریکوں میں جلد بازی کی ذہنیت	سید قطب شہیدؒ
ہندومت اور اسلام میں عورت کے پردے کا موازنہ	ڈاکٹر گوہر مشتاق
مسئلہ وحدت الوجود کی پیچیدہ گتھی	مولانا اشرف علی تھانویؒ
مبشرات اور علمِ غیب	ڈاکٹر ایم اے اقبال

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 160 ☆ قیمت: 50 روپے ☆ سالانہ زرِ تعاون (اندرون ملک) 250 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور

فون: 3-042-35869501، anzeem.org

ہیلی کاپٹرز کی تباہی نے امریکا کو ہلا کر رکھ دیا

امجد چودھری

''نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن'' کے مصداق امریکا افغانستان میں اس بری طرح سے پھنس چکا ہے کہ اب جان چھڑانا بھی چاہے تو جلدی چھوٹنے والی نہیں۔ جدید اسلحے سے لیس اس کی جدید افواج کو آئے روز کوئی نہ کوئی ہزیمت اُٹھانا پڑتی ہے۔ سپر پاور ہونے کے باوجود اس کی افواج ابھی تک کسی بھی افغان صوبے کا مکمل کنٹرول حاصل نہیں کرسکیں۔ وقتاً فوقتاً امریکی مختلف علاقوں میں فتح کے جھنڈے گاڑنے کا اعلان تو کرتے رہتے ہیں مگر عملی طور پر انہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوسکی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی پوری فوجی قوت آزمانے کے بعد اب طالبان سے مذاکرات کو ترجیح دے رہے بلکہ بھیک مانگ رہے ہیں۔

مگر جس طرح حال ہی میں طالبان نے اپنی کارروائیوں میں اضافہ کیا ہے، لگتا یہی ہے کہ وہ بھاگتی امریکی افواج کو زیادہ سے زیادہ مالی اور جانی نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ حال ہی میں دو امریکی چینوک ہیلی کاپٹروں کی تباہی کے واقعات جن میں کئی امریکی اور افغان فوجی ہلاک ہوگئے، طالبان کے ان عزائم کی واضح نشاندہی کررہے ہیں۔ پہلا واقعہ صوبہ وردک میں پیش آیا، جہاں طالبان نے ایک امریکی چینوک ہیلی کاپٹر کو مار گرایا، جس کے نتیجے میں 31 امریکی اور 7 افغان فوجی ہلاک ہوگئے جن میں سیلز یونٹ 6 کے 25 کمانڈوز بھی شامل تھے۔ ان میں سے 20 سیلز نے مبینہ طور پر پاکستان کے شہر ایبٹ آباد کے آپریشن میں حصہ لیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ گزشتہ دس سال میں افغان جنگ کے دوران کسی ایک واقعے میں امریکیوں کا یہ سب سے بڑا جانی نقصان ہے۔ اس سے پہلے 28 جون 2005ء کو طالبان نے راکٹ حملے میں 16 امریکی فوجی ہلاک کیے تھے۔

دوسرا واقعہ صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت میں ہوا۔ جہاں طالبان نے ایک اور امریکی چینوک ہیلی کاپٹر مار گرانے کا دعویٰ کیا ہے، جس میں طالبان ترجمان کے مطابق 33 امریکی فوجی ہلاک ہوئے ہیں۔ رائٹرز کو بھیجے گئے ٹیکسٹ پیغام میں طالبان کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے کہا ہے کہ مجاہدین نے 48 گھنٹوں میں دوسرا بڑا شکار کیا ہے۔ تاہم ایساف کے ترجمان نے واضح کیا کہ نیٹو کے ہیلی کاپٹر نے ہنگامی لینڈنگ کی، اس واقعہ میں کسی قسم کا جانی نقصان نہیں ہوا۔

صدر بارک اوباما نے ہیلی کاپٹر کی تباہی پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اپنی زندگیاں قربان کرنے والے امریکی اہلکاروں کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اوباما کے اظہار افسوس کے برعکس بہت سے تجزیہ نگار اس واقعے کو کوئی اور ہی رنگ دے رہے ہیں۔ ان کے مطابق یہ سی آئی اے کا 9/11، ایبٹ آباد آپریشن اور جنرل ضیاء کے طیارے کی تباہی جیسا کوئی منصوبہ ہوسکتا ہے۔ ان کے مطابق سی آئی اے چونکہ امریکی حکومت اور فوج سے زیادہ بااختیار بلکہ طاقتور ہے، اس لیے ایبٹ آباد آپریشن کی سچائی پر پردہ ڈالنے کے حوالے سے وہ ماضی کی طرح کسی بھی حد تک جاسکتی ہے۔ ایبٹ آباد آپریشن کی نہ تو کوئی ویڈیو سامنے آئی ہے اور نہ ہی کوئی تصاویر موجود ہیں۔ اسامہ کی شہادت کے زندہ ثبوت وہی 20 نیوی سیلز تھے جو ہیلی کاپٹر میں اکٹھے سوار تھے اور اکٹھے ہی ہلاک ہوگئے۔ اس طرح اب یہ بات یقین سے نہیں کہی جاسکتی کہ ہیلی کاپٹر حادثہ میں تباہ ہوا یا پھر یہ طالبان کے غضب کا نشانہ بنا۔

ہیلی کاپٹر کی تباہی کے حوالے سے پاکستان اور دنیا کے ذرائع ابلاغ میں ہونے والی ان چہ مگوئیوں پر امریکا نے افسوس کا اظہار کیا ہے۔ اسلام آباد میں امریکی سفارت خانے کی جانب سے جاری کیے جانے والے ایک بیان میں کہا گیا ہے کہ ریکارڈ کی درستگی کے لیے یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ ایسی تمام خبریں قطعی طور پر بے بنیاد ہیں۔ ہمیں پاکستانی میڈیا کی جانب سے اس طرح کے صریحاً جھوٹے الزامات شائع کرنے پر سخت مایوسی ہوئی ہے اور ہم ذمہ دار ذرائع ابلاغ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ حقائق کو درست طریقے سے بیان کریں۔ امریکی حکومت اس خوفناک حادثے کی تحقیقات کررہی ہے۔ اس ضمن میں مزید معلومات تحقیقات مکمل ہونے پر مہیا کی جائیں گی۔

اگر یہ کہا جائے کہ چینوک ہیلی کاپٹر کی تباہی کے معاملے نے امریکا کو ہلا کر رکھ دیا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ ایک طرف تو ان کے ''قابل فخر'' سیلز جان سے گئے دوسری طرف دنیا ان کی اس ''قربانی'' کو شک کی نظروں سے دیکھ رہی ہے اور تیسری جانب یہ واقعہ طالبان کی بہت بڑی کامیابی اور امریکی فوج کے لیے ایک بہت بڑی ہزیمت کا باعث بنا ہے جس کی وجہ سے امریکا کے اندر بھی کافی شدید غم وغصہ پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان سیلز کی لاشیں امریکا پہنچیں تو میڈیا کو ان کی کوریج سے روک دیا گیا، تاکہ عوامی ردعمل سے بچا جاسکے۔ اس پس منظر میں امریکا جو 2014ء تک افغانستان سے انخلاء کا پروگرام بنائے بیٹھا تھا شاید اپنے اس فیصلے پر نظرثانی کرے اور اب وہاں سے قبل از وقت ہی راہِ فرار اختیار کرلے۔ دہلی میں متعین امریکی سفیر اور ائرفورس کے سربراہوں سے ہنگامی ملاقات اسی طرف اشارہ کررہی ہے کہ اب امریکا افغانستان میں بھارت کو اُلجھا کر وہاں سے رفوچکر ہونے کی سوچ رہا ہے۔ بھارتی وزارت دفاع کے ایک اعلیٰ عہدے دار کے مطابق بھارتی آرمی چیف اور بھارتی ایئرفورس کے چیف امریکی سفیر سے ملاقات کے بعد ائرفورس کے ایک فائٹر طیارے کے ذریعے سے دہلی ائربیس سے کابل گئے جہاں انہوں نے امریکی فوجی حکام اور نیٹو کمانڈ کے ساتھ ہنگامی ملاقاتیں کی ہیں۔ انتہائی حساس ذرائع کا کہنا ہے کہ امریکی سفیر نے وائٹ ہاؤس میں پینٹاگون سے مشورے کے بعد بھارتی فورسز چیف کے ساتھ یہ ملاقاتیں کی ہیں۔ کہا جارہا ہے کہ امریکا نے غیراعلانیہ طور پر بھارت کی فوجی کمان سے مدد وتعاون مانگا ہے۔ بھارتی ایئرفورس اور بھارتی آرمی کو طالبان کے خلاف کارروائی اور ملا عمر اور ایمن الظواہری کی تلاش کے لیے آپریشن (جبرلی) میں استعمال کیا جائے گا۔

(باقی صفحہ 8 پر)

تنظیم اسلامی صادق آباد کے زیر اہتمام پانچ روزہ فہم دین پروگرام اور امیر محترم کا خطاب

تین سال قبل صادق آباد میں تنظیم اسلامی نے فہم دین پروگرام کا آغاز کیا تھا۔ بفضلہ تعالیٰ اس پروگرام کو قبول عام حاصل ہوا اور شہریوں میں سے بیشتر نے یہ رائے دی کہ ایسے پروگرام تسلسل سے ہونے چاہئیں۔ تب سے یہ پروگرام گاہے بگاہے ہو رہے ہیں۔ اسی سلسلہ میں پانچ روزہ فہم دین پروگرام 13 تا 17 جولائی 2011ء کو سپیریئر پولی ٹیکنیک کالج میں ہوا۔ جس میں خواتین کے لیے الگ باپردہ انتظام تھا۔ پروگرام کی خاص بات آخری روز امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کی تشریف آوری اور شرکاء سے خطاب تھا۔ دوسرے یہ ہے کہ پروگرام کے پانچوں روز خواتین کی تعداد مردوں سے ڈیڑھ گنا رہی، حالانکہ صادق آباد میں تنظیم کا حلقہ خواتین بھی قائم نہیں ہے۔ شدید حبس اور گرمی کی وجہ سے پروگرام کا وقت نماز فجر کے بعد رکھا گیا تھا، اور پانچ دن پانچ مختلف مقررین کو الگ الگ موضوعات پر اظہار خیال کی دعوت دی گئی تھی۔ مقررین کا انداز بیان بہت دلنشین تھا، جسے لوگوں نے بہت سراہا۔ بقول شخصے تنظیم اسلامی نے کیسے کیسے ہیرے چھپا رکھے ہیں اور ڈاکٹر اسرار احمد نے انہیں کس خوب صورتی سے قرآن حکیم کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔

13 جولائی پروگرام کا پہلا دن تھا۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز فجر ساڑھے پانچ بجے سپیریئر پولی ٹیکنیک کالج کے خوب صورت سبزہ زار میں ہوا۔ پہلے روز صرف تین سو افراد کے لیے نشستوں کا انتظام کیا گیا تھا، جن میں نصف نشستیں خواتین کے لیے مخصوص تھیں۔ مقرر تنظیم اسلامی کے مرکزی ناظم دعوت و تربیت جناب رحمت اللہ بٹر تھے، جو اگلے ہی روز (12 جولائی کو) صادق آباد پہنچ چکے تھے۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ قاری سیف اللہ خالد نے تلاوت کی سعادت حاصل کی۔ بعد ازاں جناب رحمت اللہ بٹر نے ''فکرِ آخرت'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ بٹر صاحب نے انذارِ آخرت کے ساتھ تنظیمی فکر کو بھی مدلل انداز میں بیان کیا۔ سامعین نے اُن کے بیان کو بہت پسند کیا، اور پروگرام کے بعد اُن کے خطاب کی ریکارڈنگ طلب کرتے رہے۔ یہ انتظامیہ کی طرف سے کوتاہی تھی کہ پروگرام کی باقاعدہ ریکارڈنگ نہ ہوسکی۔ البتہ بعض حضرات نے اپنے موبائل فون کے ذریعے پروگرام ریکارڈ کر لیا تھا۔ پروگرام کے شرکاء کی تعداد تقریباً چار سو تھی۔

دوسرے روز 14 جولائی کو ''اتباعِ رسولؐ'' کے موضوع پر جناب سلیم اختر کا خطاب ہوا۔ وہ ملتان سے تشریف لائے تھے۔ چونکہ پہلے دن کے مقابلے میں حاضرین کی تعداد میں اضافہ متوقع تھا، لہٰذا کرسیوں کے ساتھ ساتھ دریاں بھی بچھا دی گئی تھیں۔ سلیم اختر نے سیرت النبی ﷺ کے دلپذیر موضوع کو نہایت عمدگی سے بیان کیا۔ اُن کے خطاب کے دوران بجلی کی آنکھ مچولی بھی جاری رہی۔ ساؤنڈ سسٹم بھی بند ہو گیا تھا، تاہم اُن کی پرجوش آواز بغیر ساؤنڈ سسٹم کے بھی تقریباً چار سو حاضرین تک بآسانی پہنچتی رہی۔

تیسرے روز خطاب کی ذمہ داری عبدالسلام عمر کی تھی۔ انہوں نے کوئٹہ سے پہنچنا تھا، لیکن اپنی ذاتی مجبوری کی بنا پر انہوں نے معذرت کر لی۔ اُن کی جگہ کراچی سے محمد نعمان تشریف لائے۔ محمد نعمان کم عمر نوجوان ہیں، مگر اس کے باوجود انہوں نے 'قرآن اور جہاد فی سبیل اللہ' کے موضوع پر جس عمدہ انداز سے بیان کیا، وہ قابل رشک ہے۔

چوتھے روز کے مقرر جام عابد تھے۔ وہ ملتان سے تشریف لائے تھے اور آج کل کوٹ ادّو میں تنظیمی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں۔ اُن کا موضوع 'فکرِ آخرت' تھا۔ مقرر کا انداز بیان انتہائی موثر تھا۔ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو اور جا بجا قرآن و حدیث کے حوالہ جات نے اُن کے خطاب کو چار چاند لگا دیے تھے۔

آخری روز 17 جولائی کا خطاب امیر محترم کا تھا۔ اُس روز حاضرین کی تعداد پانچ سو سے بھی بڑھ چکی تھی۔ چونکہ پہلے ہی سے اس کا اندازہ تھا، لہٰذا زیادہ شرکاء کے بیٹھنے کا بندوبست کر لیا گیا تھا۔ امیر محترم رات ساڑھے دس بجے صادق آباد پہنچے۔ نسیم چودھری کے گھر پر قیام کیا۔ پروگرام کے آغاز سے قبل سوا پانچ بجے تیز بارش ہوئی۔ شاید یہ رفقاء کی محنتوں کی قبولیت کی علامت تھی۔ بارش تو چند لمحوں میں تھم گئی، لیکن تمام کرسیاں بھیگ گئی تھیں، جنہیں رفقاء نے بہت تھوڑے وقت میں صاف کیا اور پروگرام وقت مقررہ پر شروع ہوا۔ حاضرین کی تعداد توقع سے زیادہ تھی اور انتظامات کم۔ لہٰذا ہنگامی بنیادوں پر راہداری میں دریاں بچھا دی گئیں۔ امیر محترم نے ''پاکستان کی موجودہ صورت حال اور ہمارے کرنے کا کام'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ یہ خطاب تقریباً سوا گھنٹہ جاری رہا۔ اس موثر اور جامع خطاب کو نہایت دلچسپی اور انہماک کے ساتھ سنا گیا۔

پروگرام کے بعد شہر کے جید علماء سے ملاقات کا وقت مقرر تھا۔ شہر کے نامور علماء میں بزرگ عالم دین مولانا مشتاق احمد صاحب سے امیر محترم نے اُن کے گھر جا کر ملاقات کی۔ مولانا کا بانی محترمؒ سے تعارف بہت پرانا تھا۔ جب بانی محترم 60ء کی دہائی میں سردار اجمل خان لغاری سے ملاقات کے لیے رحیم آباد تشریف لایا کرتے تھے، مولانا اُن دنوں وہیں مقیم تھے۔ مولانا بہت اپنائیت اور محبت سے پیش آئے۔ فجزا اللّٰہ احسن الجزا۔ اسی طرح مولانا عبدالرشید نعمانی سے اُن کی لائبریری میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ وہی لائبریری اُن کے رہنے، اُٹھنے بیٹھنے کا محل ہے۔ امیر محترم سے تقریباً 30 منٹ تک اُن کی مختلف دینی اور تنظیمی مصروفیات پر گفتگو ہوئی۔ ساڑھے دس بجے مولانا عبدالوہاب اور مولانا عبدالغفار صاحبان سے نسیم چودھری کے گھر پر ہی ملاقات ہوئی۔ دونوں حضرات نے تنظیم اسلامی کے بارے میں امیر محترم سے سیر حاصل گفتگو کی۔

آخر میں امیر محترم نے رفقاء کے ساتھ دوپہر کا کھانا تناول فرمایا۔ نئے رفقاء نے امیر محترم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ نماز ظہر کے بعد یہ نشست برخاست ہوئی اور امیر محترم لاہور کے لیے روانہ ہو گئے۔ (رپورٹ: نذیر احمد)

حلقہ پنجاب شرقی عارف والا کی دعوتی سرگرمیاں

تنظیم کے حلقہ پنجاب شرقی کے زیر اہتمام ماہ جون 2011 میں عارف والا میں روزانہ بعد از نماز فجر سبزہ زار بلدیہ ٹاؤن میں دورۂ ترجمہ قرآن کا آغاز کیا گیا تھا۔ جس کا عنوان ''بیان القرآن پروگرام'' رکھا گیا تھا۔ جس میں ترجمہ قرآن کی ذمہ داری نثار احمد شفیق نے ادا کی۔ اس پروگرام کا پہلا حصہ 31 جولائی 2011ء کو اختتام پذیر ہوا، جس میں بحمداللہ قرآن مجید کے دس پارے مکمل ہوئے۔ آخری روز امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کو بطور مہمان خصوصی مدعو کیا گیا تھا۔ امیر محترم نے قرآن کا پیغام کے موضوع پر مدلل اور پُرمغز خطاب فرمایا۔ اس پروگرام میں مرد حضرات کی تعداد تقریباً ساڑھے چار سو اور خواتین کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی۔ پروگرام میں دو مقامی علماء محترم مولانا عبدالوہاب (مہتمم جامعہ عربیہ فاروقیہ) اور محترم حافظ محمد حسین (مہتمم جامعہ مدرسہ حسینیہ نزد لاری اڈا) شریک ہوئے۔ بعد ازاں انہوں نے امیر تنظیم اسلامی سے ملاقات کی۔ اس موقع پر تنظیم اسلامی کی مطبوعات اور کیسٹس کا اسٹال بھی لگایا گیا تھا، جس سے بڑی تعداد میں لوگ مستفید ہوئے۔ پروگرام کے آخری روز چھ افراد نے تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کی۔

اللہ تعالیٰ اس راستے میں ہماری مشکلات کو اپنی رحمت وفضل سے دور فرمائے، ہماری اس محنت کو قبول فرمائے اور خدمت دین کے لئے مزید ہمت وحوصلہ عطا فرمائے۔ (آمین)
(مرتب: رفیق تنظیم)

ہارون آباد کی تنا ظیم کا ماہانہ تربیتی اجتماع

10 جولائی دن 10 بجے ہارون آباد کی مقامی تنا ظیم کا ماہانہ اجتماع مسجد فاطمہ میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ امیر مقامی تنظیم محمد شفیق نے پروگرام کی اہمیت کے بارے میں آگاہ کیا۔ اِس کے بعد سیرت النبیؐ کے ضمن میں گفتگو ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ کے لڑکپن اور حضرت خدیجہ ؓ سے شادی تک کی زندگی پر گفتگو ہوئی۔ درس قرآن کی ذمہ داری محمد منیر احمد نے ادا کی۔ انہوں نے قصہ آدم وابلیس کی روشنی میں آدمیت اور ابلیسیت کے کرداروں کو اجاگر کیا۔ یہ درس ایک گھنٹہ جاری رہا۔ وقفہ میں حاضرین کی چائے اور سموسہ سے تواضع کی گئی۔ راقم نے ندائے خلافت میں شائع شدہ امیر محترم کے سالانہ اجتماع کے خطاب کا مطالعہ کروایا۔ سجاد سرور نے ''ذکر'' کے حوالے سے حدیث نبوی کا مطالعہ کروایا۔ انہوں نے ذکر کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کریم ''الذکر'' ہے۔ چاہیے کہ اس کی تذکیر ہو اور اس کے ساتھ ساتھ مسنون اذکار پر بھی عامل ہوا جائے۔ ذکر روح کی زندگی ہے۔ قرآن حکیم میں ذاکرین کا بہت بڑا درجہ بیان کیا گیا۔ اختتامی گفتگو میں محمد شفیق نے انفاق فی سبیل اللہ اور نظم کی پابندی کی ترغیب دی۔ دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ اِس پروگرام میں 30 رفقاء اور 3 احباب نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے۔ (رانا محمد عرفان)

تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام استقبالِ رمضان پروگرام

16 جولائی 2011ء بروز ہفتہ تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام نوشہرہ کینٹ کی جامع مسجد تقویٰ میں جو مین بازار میں واقع ہے، استقبال رمضان پروگرام ہوا۔ اس پروگرام کے لیے ڈاکٹر حافظ محمد مقصود کو مردان سے خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ انہیں ''روزے کی حقیقت'' کے موضوع پر بیان کی دعوت دی گئی تھی۔ قبل ازیں پروگرام کی تشہیر کے لیے نوشہرہ کینٹ کی بڑی مساجد اور نمایاں جگہوں پر پوسٹر لگائے گئے تھے اور جمعہ کی نماز کے بعد دعوت نامے تقسیم کیے گئے تھے۔ رفقاءِ تنظیم نے اپنے احباب کو بھی بھرپور دعوت دی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے ''روزے کی حقیقت'' کو قرآن وحدیث اور فارسی واُردو کے اشعار کی مدد سے نہایت دلنشین انداز سے بیان کیا اور یہ بات واضح کی کہ روزہ صرف بھوک پیاس کا نام نہیں، بلکہ یہ تقویٰ کے حصول کا بہترین تربیتی پروگرام ہے اور تقویٰ کا حصول ہی اس کا اصل مقصد ہے۔ تقویٰ ہی وہ شے ہے جس کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے اپنے آپ کو روکتا ہے اور جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اُن پر عمل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچنے اور اُس کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہر وقت کوشش کرتا ہے۔ اِس اجتماع میں 13 رفقاء اور 50 احباب نے شرکت کی۔ (مرتب: جان نثار اختر)

تنظیمی اطلاع

حلقہ سکھر کی مقامی تنظیم صادق آباد میں محمد نسیم چودھری کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ سکھر کی جانب سے مقامی تنظیم صادق آباد میں دو سال پورے ہونے پر تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مشورہ کے بعد جناب محمد نسیم چودھری کو مذکورہ تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

ضرورت رشتہ

☆ راولپنڈی میں رہائش پذیر جٹ زمیندار فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 22 سال، تعلیم ایم ایس سی، حافظ قرآن، صوم وصلوٰۃ کی پابند امور خانہ داری میں ماہر کے لیے سیالکوٹ، گوجرانوالہ، لاہور اور سرگودھا سے تعلق رکھنے والی فیملی سے تعلیم یافتہ برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0323-5558842

☆ گوجر خان کے رہائشی، تعلیم یافتہ اور ادھیڑ عمر کاروباری شخص (بیوی بچے فوت ہو چکے ہیں) کے لیے 40 تا 45 سالہ دینی مزاج کی حامل خاتون کا رشتہ درکار ہے۔ جہیز وشروط کے بغیر سادہ نکاح کے خواہشمند رابطہ کریں۔
برائے رابطہ: 0300-5086494

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 28 سال، تعلیم ایم ایس کمپیوٹر سائنس، ذاتی کاروبار (سافٹ ویئر ہاؤس) کے لیے دینی مزاج کی حامل خوبصیرت وخوبصورت تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0322-4588240

☆ لاہور میں رہائش پذیر سید فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم ایم ایس سی کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 042-37040173-0334-9768690

☆ شیخ فیملی کو اپنی بیٹی عمر 29 سال، تعلیم بی اے، قد "2-'5 کے لیے برسر روزگار نیک شریف خاندان سے رشتہ درکار ہے۔ (لاہور اور فیصل آباد کے رشتے کو ترجیح دی جائے گی)۔
برائے رابطہ: 0321-9320023

☆ مغل فیملی کو اپنی خوبصورت بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم ایم اے اسلامیات، قد "2-'5 (پولیو کی وجہ سے ایک ٹانگ میں معمولی نقص) کے لیے دیندار خاندان سے رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0334-4525399

☆ راولپنڈی میں رہائش پذیر عباسی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 28 سال، تعلیم ایم اے پولیٹیکل سائنس، بی ایڈ، ایک پرائیویٹ ادارے میں ملازم کے لیے دینی مزاج کے حامل، برسر روزگار، نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ صرف تنظیم اسلامی سے وابستہ افراد رابطہ کریں۔
برائے رابطہ: 0336-5595221

☆ تنظیم اسلامی کے ملتزم رفیق، تعلیمی قابلیت MCS، دینی تعلیم (عربی گرائمر + ایم اے اسلامیات) جاری، برسر روزگار کے لیے موزوں اور ہم پلہ رفیقہ تنظیم (جو تحریکی اور دینی سرگرمیوں میں مدد ومعاون ہو) کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0332-8420933

دعائے صحت کی اپیل

- حلقہ پنجاب شرقی کے ناظم بیت المال سجاد سرور کے والد محترم ایک حادثے میں شدید زخمی ہوگئے ہیں
- حلقہ پنجاب شرقی کے منفرد اسرہ مروٹ کے ملتزم رفیق محمد امین کے کزن ایک حادثے میں زخمی ہوگئے ہیں

ان حضرات کے لیے دُعائے صحت کی درخواست ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

حلقہ پنجاب شرقی کے ناظم بیت المال سجاد سرور کے کزن وفات پاگئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

Dr. Israr Ahmad: Faith and the Harmony of Signs

Translated by Dr. Ahmad Afzal

The Holy Qur'an urges us again and again to study it intelligently, bringing our thought to bear upon it, and exercising our reasoning faculty in following its arguments and comprehending its meanings. For this purpose, it uses such words as *fahm*, *'aql*, *fiqh*, and *fikr*; but another important term, more widely used in the Qur'an in this context is *tazakkur*. For understanding the significance of this term we have to note that the Qur'an frequently calls itself *zikr*, *zikra* and *tazkirah*. In reality, *tazakkur* pertains to the first stage in the comprehension of the Qur'an and indicates the real purpose and final goal which it should serve. It also alludes to the fact that the Qur'anic teachings are not extraneous to the human nature. The Qur'an actually reflects the experiences of the human being's inner self and is meant to awaken reminiscences of something already apprehended, rather than to import anything altogether new. The Holy Qur'an appeals to all thoughtful persons whom it addresses as *ulu l-albab* (people of understanding) and *qawm yaqilun* (people who use their intellect) to think and ponder over the outer universe of matter as well as the inner universe of the spirit, as both are replete with the unmistakable signs of the Almighty Creator. Simultaneously, the Qur'an invites them to deliberate over its own signs, i.e., its divinely revealed verses.

Pondering over the three categories of signs (i.e., the *Qur'anic* signs, the signs in the physical universe, and the signs in the spiritual world of the human heart) an individual will be able to perceive a perfect concord between them; and, with the realization of this concord, he or she will grasp certain fundamental truths which are borne out by the internal testimony of the individual's own nature. The truths cherished by one's inner self will emerge from its depths and shine with all their brilliance on the screen of one's consciousness. In other words, full and intense awareness of the Absolute Reality, which is the core of *iman*, will then spring up to the conscious mind like the memory of a forgotten thing shooting up from the dark depths of the mind to its surface with the aid of a pertinent suggestion. For this very phenomenon, the Qur'an uses the term *tazakkur*. Every person, regardless of intellectual capacity, is in constant need of *tazakkur*, which is necessary for recalling to the mind the truths that have been forgotten or for keeping in mind the truths that are likely to be forgotten. It is for this reason that Allah has made the Qur'an extremely easy for the purposes of *tazakkur* (al-Qamar 54:17, 22, 32, 40).

The Qur'an has thus declared in unequivocal terms that every person can get the benefit of *tazakkur* from it. It does not matter if an individual's intelligence is limited, and his or her knowledge of logic and philosophy is poor; and if one has no fine sense of language and literature. In spite of these drawbacks, a person can have *tazakkur* from the Qur'an if he or she has a noble heart, a sound mind, and an untainted nature not perverted by any kind of crookedness. One should read the Qur'an and go on understanding its simple meanings. This will be enough for the purposes of *tazakkur*.